

تاریخ

افغانانک شاهی پور

ضلع میرنگ



مکتب انجمن اشراف

تعاون

تاریخ افغانان شاہبہا پور کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر

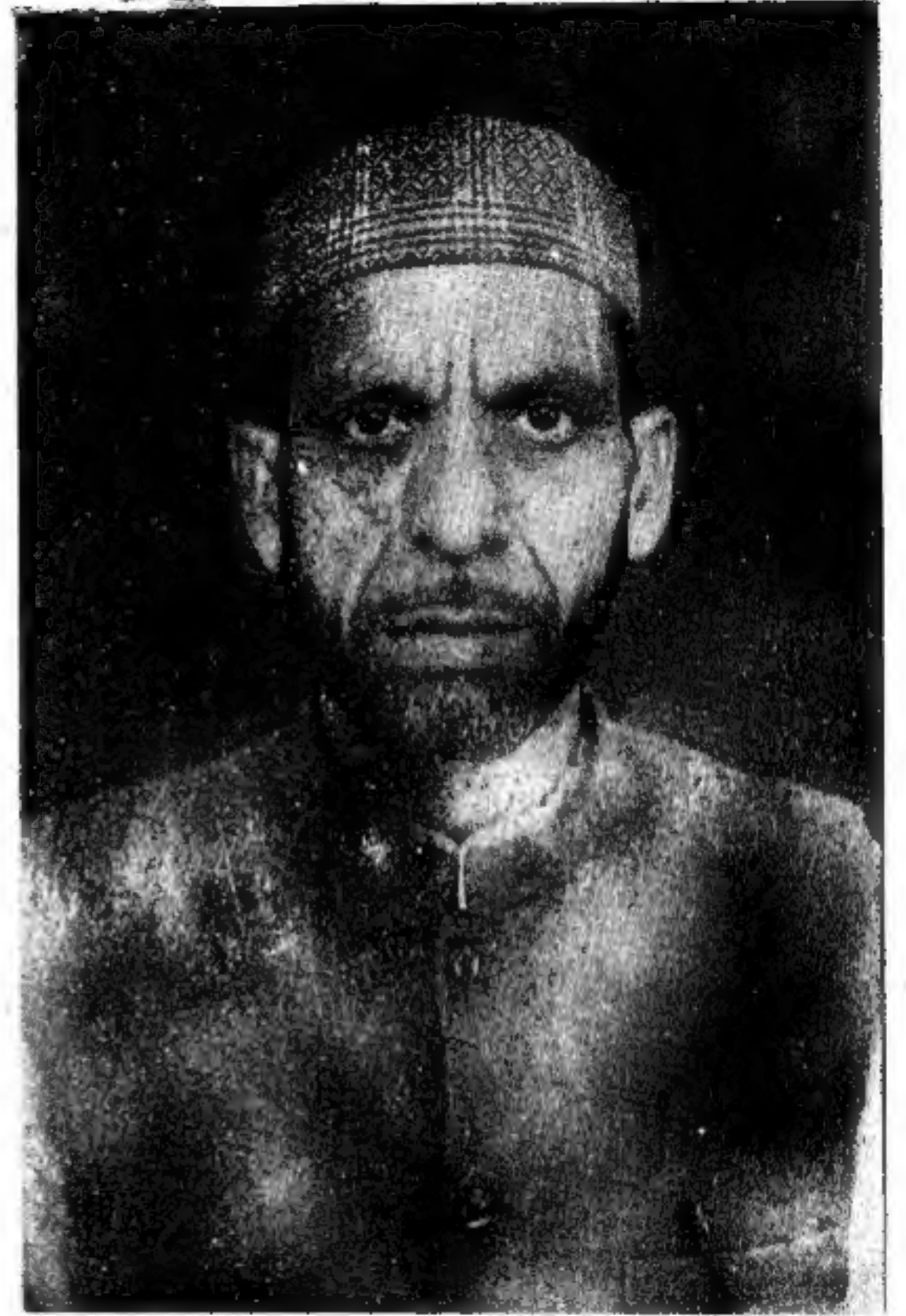
محمد فروز مند خاں صاحبزادہ جناب ڈاکٹر محمد اقبال خاں

نے جو تعاون کیا اس سے تاریخ کے تکملہ

کے سلسلہ میں کافی سہولت اور معلومات

ہوئی۔ تذکرہ آخر میں۔

مرغوب احمد خاں



محمد فروز مند خاں

(۱) فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	تفصیل مضمون مصنف و حوالہ
۱	پیش لفظ	الحاج ڈاکٹر ظفر اللہ خاں
۲	سہ کس	مصنف
۳	عرضِ حال	"
۴	تعارف	"
۵	شجرہ افغان کرلانی	"
۶	جناب خوشحال خاں خٹک	"
۷	تعارف تاریخ افغانان شاہجہانپور	از محمد عمران خاں
۸	جائے وقوع	مصنف
۹	زمین	"
۱۰	آبادی	"
۱۱	پہٹان	"
۱۲	زبان	"
۱۳	مہمان نوازی	"
۱۴	افغانوں کا جناب محمد رسول اللہ سے رشتہ	"
۱۵	شجرہ قیس عبدالرشید و حالات	"
۱۶	افغان اولیاء	"
۱۷	افغان بنی اسرائیل ہیں	"
۱۸	شجرہ قوم پختون پشتون یا پختون	"
۱۹	شجرہ قوم پختون پشتون سلسلہ دار	"
۲۰	سلسلہ کے مسلم کش واقعات	"
۲۱	حضرت مولانا اسد اللہ خاں کا بیان	"
۲۲	ذکر جناب دیوان عباس خاں	"
۲۳	تذکرہ ناسر خاں نبیرہ مورث اعلیٰ	"
۲۴	مولانا عبدالکیم خاں صاحب	"
۲۵	دستاویز گروی نامہ مع مفہوم	"
۲۶	دستاویز گروی نامہ مع ترجمہ	"
۲۷	شاہجہانپور کی چند مقتدرہ ہستیاں	"
۲۸	الحاج محمد البام اللہ خاں	"
۲۹	جناب حکیم محمد اسلام اللہ خاں	"
۳۰	خانصاحب محمد شیرزماں خاں	"
۳۱	وجاہت اللہ خاں و ریاست اللہ خاں	"
۳۲	منشی عبدالکرم خاں	"
۳۳	حافظ عظیم داد خاں	"
۳۴	محمد فیروز مند خاں و ذانشمند خاں	"
۳۵	مصدق احمد خاں	"
۳۶	محمد ارجمند خاں و ریاست مند خاں	"
۳۷	حکیم مولانا محمد فائق خاں	"
۳۸	کفایت اللہ خاں سادہ و خفیل	"
۳۹	مولانا محمد عثمان خاں صاحب	"

(۲)

صفحہ	مضامین	تفصیل مضمون مصنف و حوالہ
۴۳	مصنف	"
۴۴	"	"
۴۹	"	"
۷۴	"	"
۸۲	"	"
۸۴	"	"
۸۸	"	"
۹۰	"	"
۹۱	"	"
۹۲	"	"
۹۳	"	"
۹۵	"	"
۹۶	"	"
۹۷	"	"
۹۸	"	"
۹۹	"	"
۱۰۰	"	"
۱۰۱	"	"
۱۰۲	"	"
۱۰۳	"	"
۱۰۴	"	"

صفحہ	مضامین	تفصیل مضمون مصنف و حوالہ
۳۰	جناب منشی محمد یحییٰ خاں صاحب	۱۰۶ مصنف
۳۱	حاجی عبدالحمید خاں صاحب	۱۰۷ "
۳۲	حافظ محمد منشا خاں صاحب	۱۰۸ "
۳۳	حاجی حبیب الرحمن خاں صاحب	۱۱۰ "
۳۴	مولوی محمد داؤد خاں صاحب	۱۱۱ "
۳۵	مولانا محمد مجتبیٰ خاں صاحب	۱۱۲ "
۳۶	عیاض الشرف خاں صاحب	۱۱۳ "
۳۷	فیاض الشرف خاں صاحب	۱۱۵ "
۳۸	الحاج ڈاکٹر ظفر الشرف خاں صاحب	۱۱۶ "
۳۹	نظم بسلسلہ تاریخ مذکورہ	۱۱۷ " از جناب افضل الرحمن خاں نقل
۵۰	مرقد منور	۱۱۹ "
۵۱	جناب گلاب خاں	۱۲۱ "
۵۲	مورثہ اعلیٰ کی اولاد خاندان مرزا خاں	۱۲۲ "
۵۳	مصری خاں کے مان خاں کی اولاد	۱۲۳ "
۵۴	عثمان خاں کی اولاد	۱۲۴ "
۵۵	مصری خاں کے افضل خاں	۱۲۵ "
۵۶	افضل خاں کے گلزار خاں	۱۲۶ "
۵۷	عنایت خاں کے دلاور خاں	۱۲۹ "
۵۸	حسن خاں	۱۳۰ "
۵۹	حسن خاں	۱۳۱ "
۶۰	نجات خاں	۱۳۲ "

صفحہ	مضامین	تفصیل مضمون مصنف و حوالہ
۶۱	مورثہ اعلیٰ کی اولاد عنایت خاں کے نجف خاں	۱۳۳ مصنف
۶۲	صلابت خاں	۱۳۴ "
۶۳	رحمت خاں کے جبار خاں	۱۳۵ "
۶۴	کمال خاں و شیر زمان خاں	۱۳۶ "
۶۵	شیر زمان خاں	۱۳۷ "
۶۶	دارا خاں، غلام علی خاں	۱۳۸ "
۶۷	رحیم خاں کے یسین خاں	۱۳۹ "
۶۸	"	۱۴۰ "
۶۹	یونس خاں	۱۴۱ "
۷۰	"	۱۴۲ "
۷۱	"	۱۴۳ "
۷۲	یسین خاں	۱۴۴ "
۷۳	یونس خاں	۱۴۵ "
۷۴	"	۱۴۶ "
۷۵	نسب نامہ دختران گلاب خاں	۱۴۷ "
۷۶	ذکر اولاد محمد خاں	۱۴۸ "
۷۷	شجرہ نسب اولاد محمود خاں	۱۵۱ "
۷۸	نقل دستاویز	۱۵۳ " دستاویز بسلسلہ شجرہ بالا
۷۹	دوسری	۱۵۴ "
۸۰	تیسری	۱۵۵ "
۸۱	قبیلہ یوسف زئی شاہ بہا پنہر	۱۵۶ " بحوالہ یوسف زئی مصنف الشریعہ یوسفی



الحاج ڈاکٹر ظفر اللہ خاں

(۵)

صفحہ	مضامین	تفصیل مضمون مصنف و حوالہ
۸۲	شجرہ نسب ملا کرم خاں اولاد رحیم اللہ خاں	۱۵۷ مصنف
۸۳	شجرہ نسب ملا کرم خاں اولاد دادا دود خاں	۱۶۰ "
۸۴	" " کمال زئی عجمت علی خاں	۱۶۱ "
۸۵	" " دلائل اک اڑ مرط	۱۶۲ "
۸۶	" " جناب عبدالرحمن خاں	۱۶۳ "
۸۷	" " بہرام خیل	۱۶۵ "
۸۸	خاندان آفریدی	۱۶۶ "
۸۹	مراد خیل	۱۶۷ "
۹۰	جناب قادر دود خاں مورث	۱۶۸ "
۹۱	نقل خط	۱۶۹ " از تعاون ڈاکٹر افریدہ مند خاں
۹۲	دستاویز (اول)	۱۷۰ " " "
۹۳	دستاویز (دوم)	۱۷۱ " " "
۹۴	دستاویز (سوم)	۱۷۲ " " "
۹۵	عید گاہ	۱۷۳ "
۹۶	اظہار خیال و معذرت	۱۷۵ "
		۱۷۶ "



مرغوب احمد خاں مصنف

نام کتاب _____ تاریخ افغانان شاعران
 مصنف _____ مرغوب احمد خاں
 سن اشاعت _____ فروری / مارچ ۱۳۲۹
 تعداد _____ پانچ سو
 مطبوعہ _____ شرافت پریس گزری بازار میرٹھ
 ہدیہ _____ ۵۱ روپیہ
 طباعت _____ شرافت پریس گزری بازار میرٹھ

_____ ملنے کا پتہ _____

قصہ شاہجہاں پور ضلع میرٹھ

پیش لفظ

افغانان شاہجہاں پور کی تدوین و تاریخ میں آج تک جس بے رخی اور تغافل سے کام لیا جاتا رہا ہے درحقیقت بہت افسوس کی بات ہے حالانکہ اس بستی کے باشندگان دلازاک افغانوں میں پڑھے لکھے اور قابل لوگوں کی کبھی بھی نہیں رہی۔ ان حضرات کو اس تاریخی حیثیت سے پیش نہ کرنا تعجب خیز بات ہے۔ جبکہ کئی حضرات نے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں۔ درحقیقت غور کیا جائے تو حرف بے توجہی اور فکر معاش کے جدوجہد میں مصروف رہنا اور ذرا بے آمدنی کا محدود ہونا مانع رہا ہوگا اور جن حضرات نے اس بستی کی تاریخ لکھنے کا ارادہ کیا اور کوشش کی، ان کا وقت نے ساتھ نہ دیا۔

ان میں جناب الحاج الہام اللہ خاں جناب محمد ولی اللہ خاں ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ پاکستان، جو پاکستان چلے گئے تھے اور لاہور میں سکونت اختیار کر لی تھی اور آپ کو حکومت پاکستان کی طرف سے بہتر کارکردگی پر ستارہ امتیاز سے نوازا گیا تھا۔ ڈاکٹر محمد اقبال مند خاں اور مطلوب احمد خاں برادر حقیقی معتمد تاریخ مذکور تھے جنہوں نے اس طرف توجہ کی اور کوشش کی، لیکن افسوس کہ کوئی بھی اسکو تکمیل نہ کر سکا انہیں حضرات کی معلومات اور اپنی فکر سے میرے بزرگ جناب مرغوب احمد خاں صاحب نے اپنی زندگی کی دیگر مصروفیات کے باوجود یہ تاریخ تکمیل کر کے کتابی شکل دی ہے تاکہ موجودہ اور آنے والی نسلیں کو معلوم ہو سکے کہ وہ خود کون ہیں اور ان کے

آباء و اجداد کون تھے اور یہ کہ بستی کے دلازاک پٹھانوں کے مورث اعلیٰ دیوان عباس خاں، کون تھے کب اور کہاں سے ہندوستان آئے اور کب اس بستی کو آباد کیا۔

قبیلہ دلازاک افغانوں میں ایک دلیر و جنگجو اور بہادر قبیلہ کے نام سے جانا جاتا ہے ہماری اس بستی میں مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں گذرے ہیں جنکی یہ تاریخ افغانان شاہجہاں پور ہر حیثیت سے ایک مکمل تاریخ ہے اور جناب مرغوب احمد خاں شکر کے مستحق ہیں۔ زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ اس تاریخ کے ذریعہ موجودہ و آنیوالی نسلیں کو معلوم ہوگا کہ ہمارے آباء و اجداد کون تھے۔ اور مورث اعلیٰ نے کن حالات میں اس بستی کو آباد کیا۔

مجھے امید ہے کہ دلازاک افغانان بستی اس عطیہ کو پسندیدگی سے لوازیں گے

ظفر اللہ خان کرلائی

موضع شاہجہاں پور ضلع میرٹھ۔ خال پر دھان

۱۰ جولائی ۲۰۰۳ء بروز جمعرات

(۸) سہ کس

حضرات آپ کو علم ہو یا نہ ہو اس تاریخ کے لکھنے کا کئی لوگوں نے ارادہ کیا مگر اتفاق یہ کہ کوئی ایک بھی اسے مکمل نہ کر سکیا یوں کہے کہ الشریب العزیزت کو منظور ہی نہ تھا میں ۱۹۸۲ء میں پہلی بار پاکستان گیا۔ چونکہ میرا جذبہ ۱۹۹۵ء سے تھا کہ ایک افغانان بستی کی تاریخ اور شجرہ نسب مرتب کیا جائے اسلئے ارادہ کر کے گیا تھا کہ اپنے بھائی اقتدار اللہ خاں کے پاس تاریخ اور مواد کافی ہے اسلئے ان سے حاصل کر کے اسے آگے بڑھانی کی کوشش کرونگا۔ حیدر آباد، سندھ بھر گری روڈ جناب بھائی صاحب کے پاس جا کر معلوم ہوا کہ خاندان مہری خیل کے بزرگ اور میرے چچا جناب ولی اللہ خاں صاحب ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ پاکستان جولاہور میں رہائش پذیر ہیں اور حکومت کی طرف سے ستارہ امتیاز کا خطاب آپ کی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے ملا ہے اپنے وطن خاص شاہجہانپور ضلع میرٹھ کی تاریخ لکھ رہے ہیں اور یہ کہ انگریزی کی کتاب لکھ چکے ہیں جو کتابت میں ہے لہذا اشتیاق بڑھا کہ ایک ایسا شخص کہ جس کے پاس وسائل بہت ہیں اور ان کے سلسلے میں یہ بھی پتہ چلا کہ وہ بذات خود اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہے مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خان کے وطن مانرنی یا شیوگی گئے تھے تو احساس ہوا کہ ان پڑھے لکھے حضرات سے بہترین کیا لکھ سکونگا۔

میں فروری ۱۹۸۳ء میں پاکستان گیا تھا ۱۷ یوم حیدر آباد قیام کر نیکی بعد لاہور پہنچا اور اپنے بزرگ سے شرف نیا حاصل کیا۔ بزرگوں بہت خوش



محمد ولی اللہ خاں ڈائریکٹر محکمہ آثار قدیمہ پاکستان خطاب ستارہ امتیاز

اسے اور بڑی شفقت سے پیش آئے اور جب یہ معلوم ہوا کہ میری خواہش ہے کہ
افغانان شاہجہا پور کی تاریخ لکھی جائے تو ان کی مسرت کی انتہا نہ تھی فرمانے لگے کہ میں
بہت خوش ہوں یہ معلوم ہو کر کہ وطن خاص میں ابھی ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں اپنے
نسب نامہ کے سلسلہ میں معلومات رکھنے اور دیگر لوگوں کو معلومات پہنچانے
کے جذبات ہیں۔

اسکے بعد فرمایا بیٹے میں نے اس تاریخ کو انگریزی میں لکھ کر کتابت کے لئے
دی ہوئی ہے اسکے بعد چھپ جائیگی فی الحال میں اردو میں تاریخ لکھ رہا ہوں
شروع کر دی ہے طبیعت علیل رہنے لگی ہے اور چند گھنٹہ لیکچر دینے جانا پڑتا ہے
تھک جاتا ہوں میری صحت دیکھ رہے ہو بہت دیر میں اسے لکھنے کا خبر آتا ہے
پھر بھی کوشش کروں گا کہ مکمل ہو جائے میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد واپس آ گیا
اس دوران خط و کتابت ہوتی رہی اور میں خوش تھا کہ ایک بار پھر جا کر ملوں گا۔
لہذا دوبارہ ۱۹۹۰ء میں ایک ماہ پاکستان میں قیام کے پروگرام سے پھر گیا
اور پہلا قیام لاہور میں کیا محترم بزرگوار سے ملاقات ہوئی اور پہلے کے مقابلہ
زیادہ خوش ہوئے فرمایا باوجود علالت کے میں نے کتاب مکمل کر دی اور کتابت
میں دیدی ہے۔ میں لاہور، حیدر آباد، نواب شاہ، کراچی میں ایک ماہ پورا کر کے
واپس آ گیا واپسی کے بعد خط و کتابت جاری رہی اور ایک دن جناب شمیم احمد
نواسہ عبدالحمید خاں کے خط سے بزرگوار کے انتقال کی خبر ملی اور انتقال کے ساتھ
یہ معلوم ہو کر مزید افسوس ہوا کہ کتاب جو کتابت میں تھی معلوم نہ ہو سکا کہیں ہے



ڈاکٹر محمد اقبال منڈخاں

نے بیچارہ چھوڑا اور انتقال ہو گیا۔ آخری زمانہ میں کہتے تھے بھی مرحوم بھائی اب قلم نہیں ہے۔ اس کام کو اب آپ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ مرحوم ڈاکٹر اقبال سندھاں کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔

تیسری ہفتہ اس تاریخ کے لکھنے والوں میں میرے حقیقی بھائی مرحوم مطلوب احمد خاں گذرے ہیں مطلوب احمد خاں میرے چھوٹے بھائی تھے ابتدائی تعلیم حافظ محمد ابراہیم خاں صاحب کے مدرسہ میں میرے ساتھ ساتھ حاصل کی اسکے بعد سرکاری مدرسہ میں زیر تعلیم رہے جہاں سے درجہ چہارم پاس کیا اسکے بعد ماچھرہ کالج میں داخلہ لیا یہاں بھی ہم دونوں بھائی ساتھ ساتھ ایک کلاس میں تھے ابھی نوٹس کلاس میں تھے کہ گنگوہہ میں کافسلا ہو گیا جس کا زیادہ اثر شاہ بہا پنور پر پڑا۔ اور ماچھرہ اسکول چھوڑنا پڑا اور میان سال میں گنگوہہ ضلع سہارنپور جا کر دونوں کو داخلہ لینا پڑا۔ معتمد ابن حسن خاں میرے ماموں تھانہ ٹکڑ ضلع سہارن پور میں تعینات تھے ان کے توسل سے وہاں پہنچے درجہ نہم پاس کر کے بنور خاص میں گورنمنٹ ہائی اسکول میں جہاں میرے چھوٹی زاد بھائی منظور احمد خاں ملازم تھے دسویں جماعت میں داخلہ لیا اور ہائی اسکول پاس کیا اب بھی دونوں بھائی ساتھ اور تعلیم میں بھی ساتھ تھے یہ سال پورا کر کے والد مرحوم جناب شکوہ احمد خاں نے آگے داخلہ کیلئے رامپور کا انتخاب کیا جہاں چچا زاد بھائی جناب لیاقت اللہ خاں پسر حمید اللہ خاں عارضی مقیم تھے رہنا انٹر کالج رامپور میں دونوں انٹر کے پہلے سال میں داخل ہوئے والد مرحوم نے ایک کمرہ بالائی گھیر سیف الدین خاں میں کرایہ پر لیکر رہائش کا انتظام کر دیا بعد میں میرے والد مرحوم کے مالک مکان جناب ارشاد علی خاں



جناب مطلوب احمد خاں

سے ایسے تعلق بڑھے گویا دونوں بھائی ہوں یہاں تک کہ مکان کا کرایہ بھی ختم اور کھانا پینا بھی انہیں کے یہاں۔ انٹر میڈیٹ پاس کرنے کے بعد میں نے تعلیم چھوڑ دی اور برادر مطلوب احمد خاں کو رضاؤ گری کالج راجپور قیصر باغ میں بی۔ اے کے پہلے سال میں داخلہ دیا گیا جہاں انہوں نے بی۔ اے۔ کر نیچے بعد ایم۔ اے پرشین (فارسی) سے کیا اور اسکے بعد والد مرحوم کی کسی تنبیہ پر گھر چھوڑ کر چلے گئے اور مختلف جگہوں پر قیام کرتے ہوئے راجستھان کی ریاست ٹونک میں ملازمت اختیار کر لی اور وہیں شادی کی ایک بیٹا اور ایک بیٹی بلقیس بیگم پیدا ہوئے جنہیں اعلیٰ تعلیم دلائی۔ اس عرصہ میں ۱۹۵۸ء میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور میں نے ان کی تلاش بھاری رکھی یہاں تک کہ کچھ اشارت ملنے پر ٹونک کا سفر بھی کیا جو ناکام رہا اسی دوران میرے عزیز جناب ضیاء الاسلام خاں جو سوائے مادھوپور میں ریلوے میں ملازم تھے کے ٹرک کے نے ایک جگہ جو علی گڑھ کے نام سے تھی اتفاق سے دیکھا ایک روز اپنے والد سے بتایا تب برادر ضیاء الاسلام خاں جا کر ملے اور ۳ سال کچھ ماہ بعد ضیاء الاسلام خاں مطلوب احمد خاں کو گاؤں لیکر آئے یہ ملاپ عجیب و غریب تھا گاؤں کا شاید کوئی آدمی بچا ہو جو ان کو دیکھنے میرے گھر نہ آیا، مگر میں چلنے میں دقت تھی جس قدر آدمی آسکتے تھے گھر میں تھے اور باہر چند یوم قیام کو کے چونکہ ملازمت تھی واپس چلے گئے بیوی بچے اور پوتے سب ساتھ تھے۔ آمادہ رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور لوگوں کو یہ سلسلہ پسند نہ آیا تو درمیان میں اختلاف پیدا کرنا شروع کر دیا اور ایک پڑھا لکھا آدمی ان کے حکم میں آکر بربادی پر آمادہ ہو گیا۔ یہ سب میرے اور میرے بھائی مرحوم کے قریبی عزیز تھے۔ لہذا سات سال مقدمہ دونوں

کے درمیان چلتا رہا جبکہ میں چاہتا رہا کہ وہ اُدھے کے مالک ہیں۔ مگر ان کو سبق دیا گیا تھا کہ اگر کچھ فروخت ہو گیا ہے اسکا حصہ بھی مانگو اور اگر سیدھی انگلیوں کا م نہ چلے تو ٹیڑھی کر لو یہ سب اور آج مجھے دشمن کہنے والے سب میرے عزیز تھے جو ان کے آنے سے پہلے میرے بہت قریب تھے اور ان کے آنے کے بعد مجھ سے ایسے پلٹ گئے جیسے تو سے پر سے روٹی پلٹ دی جاتی ہے اور پھر اس طرف سے تو سے پر نہیں ڈالی جاتی جس رخ سے پٹی گئی تھی۔ آج مجھے دشمن کہنے والے میرے اور ان کے دونوں کے دشمن تھے یا نہیں۔ مقدمہ کا سلسلہ جاری تھا میرا بڑا بیٹا مسعود احمد خاں طویل علالت کے بعد فوت ہو گیا اور اگلی صبح میرا بھائی ان سب حضرات کو نظر انداز کر کے میرے غم میں شریک ہوا۔ میں نے گلے لگایا اور اب ایسا پیار بڑھا کہ وہ مثال صادق آتی ہے کہ بڑا مزہ اس پیار میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر۔ اور پھر میں اور میرا بھائی شانہ بشاد چلنے لگے اور وہ سب لوگ جو میرے اور ان کے درمیان دوری پیدا کر چکے تھے دیکھتے رہ گئے کہ یکجا ہوا۔ یہیں تک نہیں میرے بھائی نے اپنی زبان سے اعتراف کیا اور بتایا کہ یہ حالات کیوں پیدا ہوئے اور کس نے کیا مشورہ دیا کاغذات فراہم کر لئے اور اس کے بعد میرے مقابل میرا بھائی عدالت میں کھڑا نہیں ہوا۔ اور ۷ ستمبر ۱۹۶۱ء کو صبح قبل نماز فجر انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ اللہ کا شکر اور حمد شکر و مستقبل جدائی سے پہلے آپس میں اتفاق ہو گیا تھا۔ انتقال کی خبر مجھے ۷ ستمبر کو میرے عزیز ڈاکٹر ظفر اللہ خاں حال پردھان نے دی اور میں اور وہ چند لوگ اسی وقت جے پور گئے مگر میت میں شریک نہ ہو سکے غم میں شریک ہوئے ان کے بیٹے

محبوب علیؒ کے بعد مجھ سے کہا کہ بتائیں نے بالوجہ سے کہا تھا کہ مجھے مکان
 پہنچا تھا ان کا جواب تھا مل جائیگا مکان، مگر وہ چلے گئے اب آپ مجھے مکان میں
 لے وعدہ کیا کہ میں دونگا اور اللہ کا شکر ہے کہ میں نے ایک معقول رقم دیکر اسکو مکان
 کا پلاٹ فراہم کرایا اور اس نے اس پر مکان تعمیر کرایا چونکہ رقم معقول ہونے کے باوجود
 شہر میں مکان مکمل کرنے میں تھیں رہائش شروع کرنے کے قابل تھی اسلئے میں اور
 بھی پیسہ لگا کر اسکی رہائش کو مکمل کراؤنگا مگر موقع کے حساب سے میرے سامنے ایک
 بہت ضروری کام ابھی اور بھی ہے اگر میری نیت ان کی زندگی میں حصہ دینے کی ہوتی
 تو میں یہ مکان والد کے نام اب کیوں کر آتا اب تو مقدمات ختم ہو چکے تھے اور اب
 مجھ پر کوئی دباؤ باقی نہ تھا نہ آگے کو ہے۔ یہ واقعات میری بد نصیبی کے ہیں اور ان
 کا اظہار کرنا بھی ضروری تھا تاکہ ناظرین کو علم ہو جائے کہ میری نیت پہلے بھی حق دینے کی
 تھی مگر کچھ ہستیاں ایسی درمیان میں آئیں کہ میرے بھائی سے میری دوری پیدا کر دی۔
 اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں سروس سے ریٹائرمنٹ لینے کے
 بعد برادرِ مطلوب احمد خان کے دل میں شاہجہانپور کی تاریخ لکھنے اور شجرہ نسب
 مکمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوا میرے خیال میں یہ جذبہ دسمبر ۱۹۸۹ء میں شاہجہانپور آنے
 کے بعد ہی پیدا ہو گیا ہوگا مگر ملازمت کے کاموں کی وجہ سے ٹائم نہ دے سکے ہونگے
 اسلئے بعد پشش اس طرف توجہ کی اور تاریخ ترتیب دینا شروع کی مورث اعلیٰ جناب
 دیوان عباس خاں سے اپنے انتقال تک کا شجرہ نسب بھی مکمل کر لیا۔ میں نے جو کاغذات
 اور تحریریں میرے پاس تھیں وہ بھی ان کو دیدیں کہ وہ کچھ ان تحریروں سے معلومات

حاصل کر لیں جنہیں لیکر اور پڑھ کر ان کا کہنا تھا مجھ اس سے بہت کچھ معلومات ہونگی
 غرضیکہ ذکر کرتے تھے کہ میں نے قریب قریب مکمل کر لی ہے اور دوسری ملاقات میں
 بتایا کہ بھائی صاحب میں نے وہ کتاب احمد رضا خان صاحب کے لڑکے کو کتابت کے
 لئے دیدی ہے جو کہ قصہ لٹائی میں کتابت کا کام کرتے ہیں چونکہ کتابت کا کام دو چار
 دن کا نہیں اس میں مہینوں صرف ہوتے ہیں اگر کتاب زخم ہو تو اور بھی زیادہ۔
 اسی دوران ان کا انتقال ہو گیا اور معلوم نہ ہو سکا کہ اس کتاب کا کیا ہوا میں جب
 دوسری بار چالیسویں پرے پور گیا تو معلوم کیا اس سلسلے میں احمد رضا خاں صاحب
 کے صاحبزادے سے بھی بات ہوئی جس کا جواب انہوں نے دیا کہ مجھے صرف شجرہ
 نسب کتابت کے لئے دیا تھا جو میں نے مکمل کر کے واپس کر دیا تھا تب میں نے محبوب
 احمد خاں سے پتہ کیا انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا بیٹی بلقیس بیگم سے معلوم کیا تو بیٹی
 نے وہ شجرہ مجھے دیا کہ ابا مجھے تو انکے کاغذات میں صرف یہ ملا ہے کتاب کا مجھے علم
 نہیں کہاں ہے غرضیکہ کافی تلاش کے باوجود وہ ہاتھ نہ لگ پائی اور جو کچھ انہوں نے
 بقول خود محنت کی تھی ضائع ہو گئی (واللہ اعلم کیا ہوا)

ناظرین یقیناً وہ تین ہستیاں جنہوں نے اس تاریخ کو لکھنے کیلئے قلم اٹھایا،
 کوشش کی تحریر بھی کیا مگر تینوں کی جدوجہد نامکمل ہوئی۔ اب آخر میں میں نے ارادہ
 کیا اور اسکو ترتیب دینے کی کوشش کی ہے اور اب یہ قریب قریب مکمل ہے۔
 اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ یہ مکمل ہو کر کتابت میں جائے اور کتابت کے
 بعد چھپ کر ناظرین کے ہاتھوں میں جا کر ان کی معلومات میں اضافہ کرے (آمین)

۱۰۰ سالہ میری، اس تاریخ میں جہاں اور حضرات نے معلومات فراہم
کی ہیں، دلی و ہاں عزیزم، فروز مند خاں صاحبزادہ ڈاکٹر اقبال مند خاں صاحب
کا بڑا ہاتھ ہے عزیز موصوف نے جملہ کاغذات متعلق بستی اور جملہ تاریخی کتابیں
مجھے دیں جو جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم نے فراہم کی تھیں جن میں بہت سی دستاویزات
ہیں۔ جو زبان فارسی میں جنکا ہمیں ذکر بحث ہے کیونکہ اسکو پڑھ کر سمجھنے والے بھی
بستی میں کم ہیں البتہ چند کا ذکر ضرور کرونگا۔ اسکے مفہوم کے ساتھ جو نسخہ میں بھی
فارسی سے ناواقف ہوں ہاں اگر بھائی مطلوب احمد خاں مرحوم کی لکھی ہوئی کتاب
میل جاتی تو آپ کو وہ دستاویزات مع ترجمہ کے پڑھنے کو ملتیں کیونکہ انہوں نے فارسی
سے ایم۔ اے کیا تھا۔ اور فارسی پر عبور حاصل تھا۔

پھر عرض کروں کہ یہ تینوں وہ بستیاں تھیں جن کا ذکر ڈاکٹر ظفر اللہ صاحب
حال پردھان نے اپنے مضمون پیش لفظ میں کیا ہے۔

26

مرغوب احمد خاں
پسر مشکور احمد خاں
مصنف کتاب خدا

عرض حال

بھٹنڈا! اس وقت تاریخ افغانان شاہجہاںپور زیر عنوان ولایت اک کرائی
(پٹھان) پیش کی جا رہی ہے اور امید کرتا ہوں کہ اسکو شرف قبولیت بخشا جائیگا۔
اور یقین کرتا ہوں کہ اسکو پیش کرنے سے آج کی اور آنے والی نسلوں کو معلوم
ہوگا کہ ہمارے آبا و اجداد اور مورث کون تھے۔

اس تاریخ کے سامنے آنے سے پیشتر بیشتر حضرات کو زیادہ سے زیادہ پچھلے
دادا کا ہی علم ہوگا کہ ہمارے دادا قلاں خاں صاحب تھے اس سے پہلے پردادا اور
ان کے مورث کون ہو گزرے ہیں موجودہ نسل کے لوگوں کو علم ہی نہیں اور نہ جاننے
کی کوشش کی ہے کم لوگ بستی میں ایسے ہیں کہ جھو علم ہے اور واقف ہیں کہ ہمارے
مورث اعلیٰ کون تھے، ہمارا شجرہ نسب کیا ہے مورث اعلیٰ کب ہندوستان میں
آئے کب اور کن حالات میں اس بستی کو آباد کیا۔

اپنی اس تاریخ کے لکھنے میں جو کوتاہی یا تعلق و ربطے رخی اختیار کی گئی ہے
اسکا بڑا نقصان یہ ہے کہ آج کی نسل کو معلوم ہی نہیں کہ ان کا شجرہ نسب کیا ہے۔ ہم
اور ہمارے آبا و اجداد کن حالات میں یہاں آباد ہوئے اور ہماری بستی کا نام
شاہجہاںپور کس نے رکھا ہے میں نے ایسی روایت بھی سنی ہے کہ جب مورث اعلیٰ
جناب دیوان عباس خاں صاحب کسی معرکہ کیلئے یہاں سے گزر رہے تھے تو ان کے ساتھ
کچھ شکاری کتے تھے اور اس علاقہ میں گیدڑ بہت تھے لہذا ان کتوں کو گیدڑوں

نہرو آیا تو گیدڑ کتوں پر حاوی ہو گئے اسلئے اس جگہ کو آبادی کے لئے مستحب
نہا گیا۔ یہ روایت بالکل غلط ہے مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں نے
ہندوستان میں اگر دہلی کے قیام کے بعد مختلف جگہوں پر قیام کرتے ہوئے اس
بستی کو آباد کیا۔

دلاناک بستی کے مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں جب ہندوستان
کے شہر دہلی میں آکر آباد ہوئے اور شاہ وقت جہانگیر اور اورنگ زیب کی ملازمتیں
اختیار کیں اور مختلف معرکوں میں حصہ لیکر بہادری کے جوہر دکھائے انکی نظیر نہیں ملتی
دیکھو عالمگیر نامہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۶۸ء میں۔ جب بیربل اپنی پچاس ہزار فوج کے ساتھ
مغل لشکر میں مارا گیا اس معرکہ جناب دیوان عباس خاں شریک تھے اس وقت ہزار پانچھ
سوار کے منصب پر فائز تھے۔ ابو الفضل نے اپنی اس شکست کا اظہار بہت بے
ایمانی سے کیا ہے پٹھان کو اس دور کے مصنفین نے غدار، خونخوار، ظالم اور
بدترین قسم کا وحشی اظہار کیا ہے لیکن انگریز مصنف نے اپنی تہذیب و تمدن کو بہتر
ثابت کرتے ہوئے قوم افغان یعنی پٹھان کی بہادری کی تعریف کی ہے اور پٹھان
کو با اخلاق اور رحم دل قوم کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

لفظ افغان بہ زبان اردو پٹھان ہے قوم افغان ایک آزاد پسند قوم ہے
ہے چونکہ قوم افغان یعنی دلاناک پٹھان کوہ سلیمان کی رہنے والی قوم تھی اور کوہستانی
علاقہ میں رہ کر آزادانہ زندگی گزارنے کی عادی رہی تھی اسلئے جب یہ قوم کوہستانی

علاقہ سے منتقل ہو کر ایران میں آئی تب بھی اس قوم نے آزاد رہنا پسند کیا اور اسے
علاقہ میں آباد ہونا پسند کیا جو کسی بادشاہ یا بڑے حکمران کے زیر نگیں نہ تھا یعنی مانا نہ
یا شیوگی میں سکونت اختیار کی جو ایک آزاد علاقہ تھا اور اس کے رہنے والے آزاد قوم
کی حیثیت سے زندگی گزارتے رہے تھے جیسا کہ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے
افغانستان کے رہنے والے ایک آزاد قوم کی حیثیت سے زندگی گزارتے آئے تھے
اور آج بھی افغان کہلاتے ہیں۔

افغانستان میں اس کا دوسرا نام پختون یا پشتون بھی ہے یہ مختلف علاقہ کے لوگ
ہیں مگر یہ سب افغان میں مطلب یہ کہ پختون، پشتون، افغان کچھ بھی کہلائیں سب
پٹھان ہیں، آزاد رہنے والی قوم ہیں اور آزاد رہنا پسند کرتے آئے ہیں۔
مورخوں کی اس کے سلسلے میں مختلف رائے رہی ہے کسی مورخ نے افغان
کو قطعی النسل لکھا ہے کسی نے قوم افغان کو بنی قطورہ لکھا ہے کہیں حبیل غور اور
کوہ سلیمان میں آباد ہونے کی وجہ سے غوری و سیمانی اور غجی بھی تحریر کیا ہے۔

حاصل یہ کہ تاریخ افغان شاہ بہا پور کافی جدوجہد اور فکر کے بعد مکمل کر کے
ناظرین کے سامنے پیش کی جا رہی ہے اس میں جناب دیوان عباس خاں صاحب کے
چاروں بیٹوں کے حالات اور خصوصیات جناب دیوان دات خاں کی ولادت جو اسی میں آباد ہیں
اسکا شجرہ نسب آج تک درج ہے پیش ہے ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی ہو گئی ہو یا کچھ
بھول سے کوئی نام لکھا گیا ہو تو اس کے لئے معذرت اور اسکو ٹھیک فرمائیں۔

تعارف

موضع شاہجہا پور اپنی حیثیت میں کسی تعارف کا حامل نہیں اسلئے کہ یہ بستی اپنی جگہ خود ایک معروف بستی ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ناظرین کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کب اور کیسے وجود میں آئی کس نے اسے آباد کیا اور کب یہ بستی آباد ہوئی۔

اسکی تاریخ اس طرح ہے کہ مورث اعلیٰ محمود مقامی جناب دیوان عباس خاں ابن اسماعیل خاں دلا ناک کراتانی (کرلانی) ملک شام کے باشندہ تھے اور سید حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملتا ہے، دلا ناک سلیمانی ہیں اور کوہ سلیمان کے رہنے والے ہیں بعد کو مورثان قدیم ملک ایران میں آئے دلا ناک سلیمانی ہیں جو ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے اور ماناری یا شیوگی ن کا وطن تھا۔

دلا ناک دل سا کا کی بگڑی ہوئی شکل ہے جسے معنی جدمی یا شاہی سا کا قبیلہ کے ہیں اور کراتانی نسبت سے علاقہ کرکی جو بحیرہ خضر کے مشرق میں روسی ترکستان اور تورانی میدان کا مغربی وسطی حصہ ہے اور جو تورانی النسل کرانیوں کا قدیمی وطن تھا۔ سا کا شاہی قبیلہ کی براہ راست حکومت مغربی پنجاب سے بلخ تک ۹۰ ق۔ م تا ۵۰۰ء یعنی ایک سو پندرہ سال رہی ہے پانچ سو تحت حکم تھا۔ مارینز۔ ایلیزیز۔ ایلیزیز۔ ثانی اس کے بادشاہ ہو گزرے ہیں۔ مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں اپنے وطن سوز ماناری (بازری) یا شیوگی شواہر دان سے ترک وطن کر کے بعد جہانگیر شاہ (ابو المنظر نور الدین محمد بادشاہ ہندوستان کے شہر دہلی میں آئے شیوا ماناری

سے ۱۲ میل شمال مغرب میں واقع ہے زمانہ منتقلی میں دلا ناکوں کی بستی سر لے صالح میں قیام کیا پھر جہان پور میں جہاں ان کے بھائی سید محمد خان نے مستقل سکونت اختیار کر لی تھی قیام کیا۔ اس کے بعد خورجہ و بسی ضلع بلند شہر میں بھی قیام کیا اور بالآخر شہر دہلی میں جو شاہجہاں بادشاہ کا دار السلطنت تھا۔ قیام پذیر ہو گئے اور بادشاہ وقت شاہ جہاں سے خاص نسبت اختیار کر لی۔ بالآخر اوائل عہد شاہجہاں میں تقریباً ۱۶۳۲ء میں غیر آباد موضع کا کوری و تھری کی جگہ یہ موضع آباد کر کے شاہجہا پور نام رکھا اس وجہ سے کہ شہاب الدین محمد شاہ جہاں بادشاہ کے شہزادہ تھے انہیں کے نام پر موضع کا نام شاہ جہاں پور رکھا گیا۔ دہلی آنے کے بعد مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں نے شہزادہ دارا شکوہ کی ملازمت اختیار کر لی اور ۲۴ محرم ۱۰۵۹ء مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۶۵۸ء بمقام اچھرہ لاہور اپنے شہزادہ دارا شکوہ کی ملازمت ترک کر کے شہزادہ اورنگ زیب کی ملازمت اختیار کر لی اور ہزاری دو صد سوار کا منصب پایا جو صرف پانچ ہی دن میں ۲۹ محرم ۱۰۵۹ء ہزاری چار صد سوار بڑھا دیا گیا اور تین ماہ بعد بتاریخ ۲۶ ربیع الثانی ۱۰۵۹ء مطابق ۲۲ جنوری ۱۶۵۹ء کو ہزاری پانچ صد سوار کر دیا گیا جناب دیوان عباس خاں مورث اعلیٰ کے ہمراہ ان کے چار بیٹے ہندوستان آئے اول جناب محمد خاں صوبیدار رائے جو بھگلی بگا پور بہار نزد کلکتہ میں آباد ہو گئے ان کی اولاد بھگلی میں ہے محمد خان کا مزار شہید والا باغ واقع شاہجہا پور میں ہے وہ کسی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ دوم جناب دیوان دولت خان تھے جو شاہجہا پور مذکور میں آباد ہے۔ سوم جناب جنید خاں تھے ان کی اولاد رسول آباد عرف نا پور

میں آباد ہے۔ رسول آباد طرف ناپور شاہجہانپور سے تقریباً ۱۲ کلومیٹر مشرق میں میرٹھ
گڑھ روڈ پر واقع ہے۔ اور جو تھے بیٹے جناب دلاور خاں تھے انکی اولاد فتح شاہجہانپور
شہر خاص کے محلہ جلال پورہ یا محلہ دلازاکان میں آباد ہے۔

دلازاک ایک بڑا قبیلہ تھا اسوقت افغانستان میں ترکانیرمی قبیلہ کے لوگ
آباد تھے اس پاس میں غوری قبیلہ مہند داودزی آباد تھے غیر میں فریدی پنی آبادی
کے لئے پریشان تھے دلازاک قبیلہ کے ساتھ دوسرے قبائل بھی پشاور میں
باجوڑ سے دریائے الگ تک علاقہ مردان چھ ہزارہ میں آباد تھے۔ پشاور کا علاقہ
بہت دور تک پھیل ہوا تھا دلازاکوں کے زیر تسلط تھا گنجائش تھی کہ اور بھی قبائل
آباد ہو سکیں۔ اسلئے دلازاکوں نے یوسف زئی اور دیگر قبیلوں کو اس میں آباد کر لیا
یہ واقعات پندرھویں صدی عیسوی کے ہیں۔ ملک احمد خاں اپنے قبیلہ کے لوگوں
کو اپنے رہائشی علاقہ سے حفاظت نکالنے میں کامیاب ہو گیا تھا اسلئے پشاور کے
قریب پہنچ کر ملک احمد خاں نے دلازاکوں سے اپنی رہائش کیسے جگہ حاصل کرنے کی
درخواست کی۔ دلازاکوں نے ملک احمد خاں کی اس درخواست کو منظور کر لیا اور
یوسف زئیوں کو اپنے علاقہ میں آباد کر لیا اور اس قبیلہ کو اپنے علاقہ میں جگہ دیدی
اور خوش آمدید کہا۔ پشاور میں دو آب کا علاقہ جو مہندوں کی پہاڑیوں سے لیکر
دریائے سوات اور دریائے ستلج تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اس میں مچنی۔ سبد۔ مرٹھ
کھوڑی۔ آبازئی۔ ٹیکرام کے علاقہ یوسف زئیوں کے حوالہ کر دئے چونکہ دلازاکوں کے
کچھ قبیلہ یہاں سے ہجرت کر گئے تھے۔ اس کے باوجود کافی تعداد میں دلازاک قبیلہ

کے لوگ یہاں آباد تھے۔ سب کا شاہی قبیلہ کے لوگ تھے۔

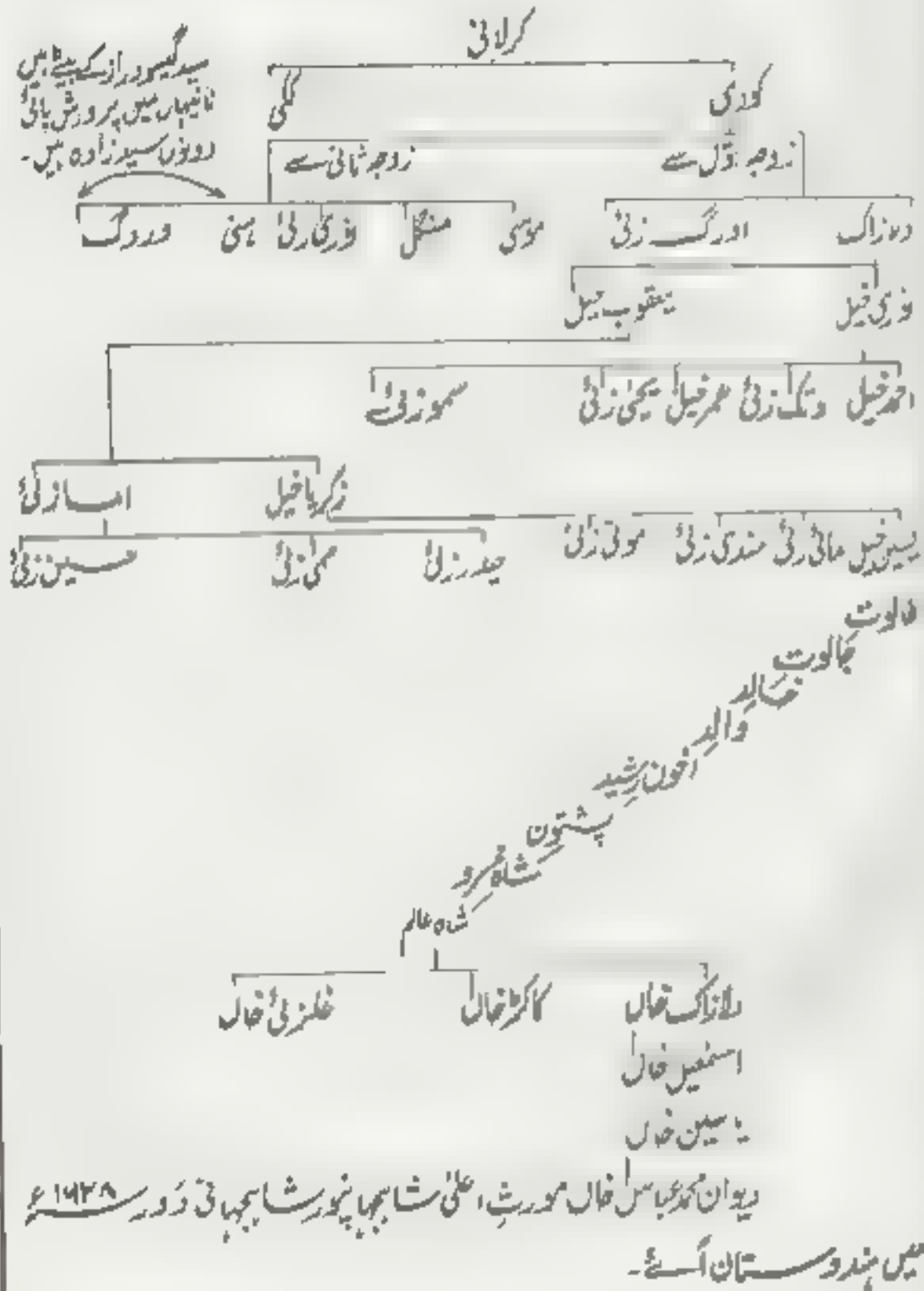
دلازاکوں کا سردار بیو خاں تھا باجوڑ سے چند ول تک کا علاقہ اس کے قبضہ
میں تھا سردار نے یوسف زئیوں کو اپنے علاقہ میں آباد کر کے ایک بڑی غلطی کی تھی
چونکہ یوسف زئیوں کی ایک بڑی تعداد دیگر قبیلوں سے ملک احمد خاں سردار قبیلہ
یوسف زئی کے بلادہ پر یہاں آکر آباد ہو چکی تھی۔ لہذا یوسف زئیوں نے خلیل زئیوں
کے ساتھ مل کر دلازاکوں پر حملہ کر دیا سخت جنگ ہوئی ملک بیو خاں میر جمال کے
ہاتھوں اس جنگ میں مارا گیا دلازاکوں پر یہ ایک سخت وقت تھا ملک بیو خاں
کا اسلحہ اور قیمتی سامان میر جمال مندر سے اپنے قبضے میں کر لیا اور ملک بیو خاں
کا ایک بڑا علاقہ بھی یوسف زئیوں اور خلیل زئیوں نے اپس میں تقسیم کر لیا اور ایک
بڑے علاقہ پر ملک بیو خاں کے بیٹے قابض رہے مگر ملک احمد خاں کو یہ بھی گوارہ
نہ تھا کہ ملک بیو خاں کا بڑا نقصان اس جنگ سے ہوا تھا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد
ملک احمد خاں اور خلیل زئیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور خلیل زئیوں نے
ملک بیو خاں کے لڑکوں سے مدد مانگی بیو خاں کے لڑکوں نے کچھ اختلافات
اور جنگ میں ہوئے نقصان کو بھلا کر خلیل زئیوں کے ساتھ مل کر ملک احمد خاں کو اپنے
علاقہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ ملک احمد خاں نے گنداب پنڈال کو عبور کر کے فوگلی
میں پناہ لی۔ ملک احمد خاں یوسف زئی کے بہت لوگ قید ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۲۳ھ
مطابق ۱۵۱۷ء کا ہے باقی کو یہ علاقہ چھوڑنا پڑا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ دیوان عباس خاں کے چار بیٹے ہوئے

تھے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ اے جائیداد کے کاموں کی نگرانی منشی جی کرتے تھے آپ نے اپنی حقیقت کا اظہار ہی نہ ہونے دیا اور اپنی حیثیت کا اظہار نہ کرتے ہوئے ہمٹامی کی زندگی گزار کر وفات پائی۔

اَنَا بَشَرٌ وَاَنَا اِلٰهِيٌّ رَاجِعُونَ۔

شجرہ افسان کرلانی

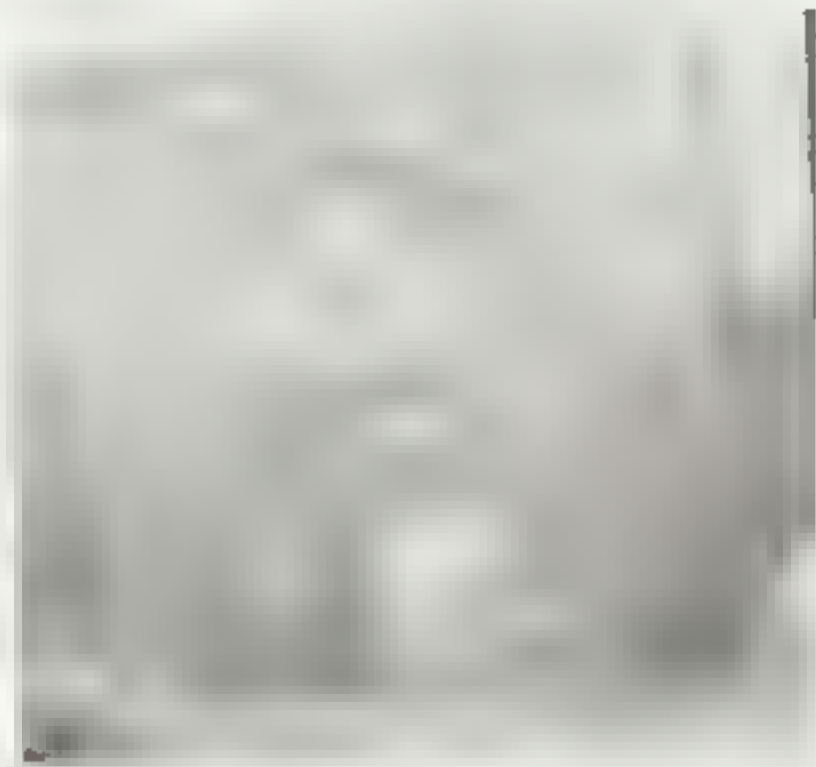


میں نے سب اور دنیا میں خاں پر ایک حسن نہیں ہے ورثہ بجا پور افغان کو زندہ
 و حیات و دنیا و آخرت میں اس کو درجہ قبولیت عطا فرمائے اور سردل عزیز فرمائے۔ کیونکہ اہل
 شاہجہاں پور قید و بہت کرتے ہیں لیکن عملی قدم بالکل نہیں اٹھاتے۔ سی وجہ سے شاہجہاں پور
 کے ولاد عباس خاں پستی کی طرف ہمارے ہیں اس لئے تقابلی سب لوگوں سے عطا فرمائے و عین
 کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ورجون نسل میں اپنے بزرگوں سے وابستگی رکھنے
 کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے یونہی حضرت محمدؐ کا قول ہے اسے تجھ کو یاد رکھنا
 نہ ہو و ذکر میں نہ سے معلوم کیا جا تا ہے کہ تم کون ہو وہ کہتے ہیں کہ خدا ہی ہے وہ ہی نسبت
 بر رویوں سے نہیں بلکہ تہر سے چلتے ہیں۔ میں نے دیر پستان پر قہر کی رسم کی تیت خد کی ہے
 وہ ایک حقیقت ہے قیصر اور خاندان تعارف سے دیکھتے ہی مناسبت میں مگر مدد پر فخر
 نہ کریں کیونکہ ستر تقابلی کو فخر پسند نہیں ہے ہاں ستر تقابلی کو تقویٰ پسند ہے اسکو حقا پرورد
 تقویٰ اللہ کو مندوبوں تک یہی تا ہے لیکن اسلاف کو یاد رکھنا بھی امت نے سنا نہیں کیا ہے۔
 کیونکہ اکثر کے رسول نے ارشاد فرمایا کہ یہ جیہ و کیونکہ تمہارے باپ سچیں تیر جوتے تھے تجھ
 شاہجہاں پور افغان کو راق سے ارتقا تاریخ ستون و ردوسرا تاہ سرد عبد المجید خاں مری
 سرخ ولاد منہور خاں جو کہ عباس و دد کے چھوٹے بھائی تھے انکی والدین تھے ہائی بیک کا
 سلسلہ اہل شاہجہاں پور خاندان عباس خاں کے پاس موجود تھا۔ مرغوب احمد خاں کی سوسائش
 کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اس کے شاخ کرنے میں سب کو شوق دے۔ آمین۔ آمین۔
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ
 بندہ بے سر

محمد عمر افغان



جامع مسجد شاہجہاں پور



دروازہ محل عنایت خاں



جائے وقوع

موضع شہسخت ہمایون میرٹھ گڑھ مکتینور روڈ پر میرٹھ سے ۲۸ اور مشرق میں گڑھ مکتینور سے ۱۹ میل مغرب میں واقع ہے آبادی کے درمیان میرٹھ گڑھ روڈ سے ملحق ایک بڑا تالاب ہے اور تالاب کے اطراف میں افغان لڑائی ایک آبادی ہے افغان لڑائی آبادی سے ملحق ہر چار سمت میں دیگر بڑا دریا آباد ہیں جن میں انھاری قبرستی، بھٹ، دھوبلی، رنگریز، پشتی، فقیر، ہنگر دیش مانی اور بیڑی سڑک پختہ سے جنوب میں درجی م۔ وغیرہ تالاف، ہر کن، تھاکر و ب تھال میں آباد ہیں یہیں کچھ آبادی دیش صاحبان اور بیڑیوں کی ہے یہ سب برادریاں خاندان زمینداری ۱۵۲ء سے قبل افغان لڑائی کے بعد یہ سب آباد ہوئے اور اب آزاد زندگی گزار رہے ہیں۔

تالاب کے شمال میں میرٹھ گڑھ مکتینور روڈ ہے اور جنوب میں تالاب کے ساتھ چار مسجد ہے جو تالاب کی تعمیر شدہ ہے اس چار مسجد کے علاوہ بستی میں دس مسجدیں اور بھی ہیں جن میں چند پرانی و دروہن نئی ہیں ان میں ایک مسجد مدرسہ عربیہ ریاض علوم تہجہ پور میں مدرسہ قائم ہونے کے بعد تعمیر کران گئی ہے یہ مدرسہ آبادی سے مغرب میں میرٹھ گڑھ روڈ پر واقع ہے یہ مدرسہ کسے باغ میں واقع ہے یہ باغ شہزادگان کے حاجی حبیب الرحمن خاں کی ملکیت تھا اور انھوں نے اسے مدرسہ کے لئے دے دیا تھا جسکے پہلے مہتمم جناب مودی عبدعزیز صاحب چکپوری تھے اور اب اس کے مہتمم جناب مولانا معین اختر خاں صاحب عون پوری ہیں جنہوں نے اپنا بچا ہی میں سکونت اختیار کر لی ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ تالاب سے ملحق جنوب میں چار مسجد ہے اس سے ملحق دیوان دوست خاں کے بیٹے عنایت خاں کا بڑا محل ہے اور بڑا محل کے نام سے آج بھی معروف ہے اس میں سڑک اور تالاب کی طرف محل کا بڑا دروازہ ہے جس سے آج بھی اسکی شان نمایاں ہے سڑک پختہ پر سے تالاب مسجد و محل کا منظر بہت ہی دیدہ زیب ہے۔ اس سڑک پر گزرنے والے سیاح اکثر اس منظر کی فوٹو لے کر لے جاتے ہیں اس کے علاوہ بھی بستی میں جناب دیوان دوست خاں



کے لوگ آباد ہیں جنکے ساتھ کچھ گوجر اور لوہار بڑھی بھی آباد ہیں۔ مشرق میں سی میرٹھ، گڑھ مکتیشور روڈ پر تقریباً ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر موضع رسول آباد نامی پورا آباد ہے جس میں جناب دیوان دوست خاں کے بھائی جناب جنید خاں کی اولاد آباد ہے ان کے علاوہ اس بستی میں گوجر، ہرجن، چوڑی بیچنے والے منیہار اور لوہار بڑھی آباد ہیں اور مغرب میں سی میرٹھ، گڑھ مکتیشور روڈ پر تقریباً ۱۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر پُرانا قصبہ کٹھور آباد ہے یہ قصبہ بادی کے لحاظ سے کافی بڑا ہے یہ میسرہ (چودھری) برادری کے نام سے جانا جاتا ہے جبکہ اس میں ہرجن، ناٹی، تیلی، لوہار، بڑھی، ویش اور پنڈت وغیرہ سب ہی برادریاں آباد ہیں۔ اسکی آبادی کے ساتھ ایک راجپوت گندہ تاپ ہے جو پھر شاخ لوپ سے نکل کر یہاں سے گزرتا ہوا جنوب کی طرف چھا تاپ ہے۔ راجپوت سے کچھ فاصلہ پر میرٹھ، گڑھ روڈ پر سڑک کے شمال میں پولیس تھانہ ہے اور اس کے مقابل سڑک کے جنوب میں سرکاری ڈاک بنگلہ ہے یہ قصبہ سیاسی لوگوں کا مسکن بھی ہے اس میں تریہریش سرکار میں ہوئے منتری بھی ہوئے ہیں۔

موضع شاہجہان پور ایک مشہور موضع ہے جو اسکے آباد، افغانان کی بول چال، رہن سہن، اخلاق کی وجہ سے مشہور ہے اس میں مختلف قسم کے پھلوں کے باغات ہیں مثلاً آم، آلو، لہجی، امرود، الوچہ، بیری وغیرہ باغات کی کثرت کی وجہ سے اس میں چک بندی بھی نہیں ہوتی ۹۵ فیصد رقبہ صحرائی میں باغات ہیں اسکی آبادی کے اندر تالاب کے اطراف ایک بازار ہفتہ یعنی سنچر کے دن لگتا ہے اس بازار میں ہر قسم کی ضروریات کی چیزیں فروخت ہونے کو آتی ہیں غلہ اور گڑ بھی گاڑیوں میں بھر کر فروخت کرنے کو لوگ لوامی موہنت سے یہاں لاتے ہیں اس پینٹ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پینٹ صبح ۷ بجے سے لگ جاتی ہے اور شام کو ۷ بجے تک ہی اس میں بکری ہوتی رہتی ہے جبکہ اتر پردیش میں جہاں بھی ہفتہ میں ایک یا دو بار پینٹ لگتی ہے وہ پھر ارنج سے شروع ہوتی ہے اور شام ۶ بجے بالکل ختم ہو جاتی ہے اسکے علاوہ سنچر ہی کے دن آبادی سے باہر آبادی کے جنوب مشرقی کونہ پر ایک مویشی کا بازار بھی لگتا ہے اس میں کافی دور تک سے مویشی، بھینس، بھینسے، گائے، بیل، بکری، اونٹ، گھوڑے، سبھی قسم کے مویشی بچنے آتے ہیں۔ یہ مویشی کا بازار پرائیویٹ ہے۔ اسکے مالک جناب محمد فیروز مند خاں صاحب

اور محمد راجہ خاں صاحب تھے۔ آج یہ ان حضرات کی دہاد کی ملکیت ہے اور بازار کا نظام بہت باقاعدگی سے چلایا جا رہا ہے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ آبادی کے مغرب میں مہرائی رقبہ میں مہر شاخ انوپ نگر بہت ہی بڑی انوپ شہر چلی جاتی ہے۔ اس پر میرٹھ، گڑھ روڈ پر ٹریفک گزرنے کے لئے ایک پل بنا ہے جو اپنی ساخت کا مشابہت ہے ایک بڑی مدت کا ہونے کے بعد آج بھی یہ پل ایسا ہی ہے گویا آج ہی بنا ہو۔ اس پل سے شمار میں تقریباً ۳۰ فرلانگ پر مہرائی کوٹھی ہے جو ڈاک بنگلہ کہلاتی ہے اس کی بنگل سے شمال کی جانب مہر سے ایک راجہ ننگا لگ ہے جو شاہجہانپور کے مہرائی رقبہ کو آبپاش کرتا ہوا مشرق کی طرف گزرتا ہو۔ رسول آباد عرف ناہنور کی آبادی میں گزرتا ہوا آگے چلا جاتا۔ اس راجہ سے مہرائی رقبہ آبپاش ہوتا ہے مہرائی زمین زرخیز ہے اور پانی کی فراوانی کی وجہ سے باغات شاداب ہیں فصل اچھی دیتے ہیں جس کی وجہ سے پٹنوں کو اچھی آمدنی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے مالکان باغات آسودہ حال ہیں ان کے ساتھ باغوں کی وجہ سے مزدور پیشہ لوگ بھی چھی یافت کر لیتے ہیں اور باغات کی بہار کے خریدار لوگ کافی اچھی کمائی کرتے ہیں جس کی وجہ سے بستی کے باشندوں کا رہن سہن، لباس کھانا پینا سب طرح اچھا ہے۔

اس کے علاوہ یہاں نرسریز کا بھی بڑا کاروبار ہے۔ بہت بوگوں کی روزی روٹی نرسری کے کاروبار پر چلتی ہے۔ یہاں ایک پرانی و معروف نرسری منگی فیئر نرسری کے نام سے ہو کر قیامی اسکے مالک جناب الحاج محمد الہام الشرفاں تھے یہ نرسری پھلدار پودوں کے لئے اپنا خاص مقام رکھتی ہے ام کی اقسام اس نرسری کے علاوہ شاید ہی کہیں دستیاب ہوتی ہوں۔ آج یہ نرسری جن نرسری کے نام سے چل رہی ہے اسکے مالک و وارث منگی فیئر نرسری کے مالک الحاج محمد الہام الشرفاں کے پوتے جناب مجاہد الشرفاں ہیں۔ اس میں آج بھی پھلدار پودے ہر قسم کے اور ڈیکوریشن کے پودے دستیاب ہیں پھلدار پودے کم ہی نرسریز ہر تیار کئے جاتے ہیں جبکہ پھلدار اور ڈیکوریشن پلانٹ کی نرسریز بہت کثیر تعداد میں قائم ہو گئی ہیں۔

اس سلسلہ میں شاہجہانپور میں یو۔ گریمن فارم اینڈ نرسری ایک بڑی نرسری ہے یہ راجہ خاں نرسری کر بلا دہلی کی شاخ ہے اسکے مالک جناب الحاج حیدر خاں صاحب اور

کوٹھی نگر روڈ ایک بنگلہ شاہجہانپور



اُن کے برادر خوار اور برادر بیدار صاحب ہیں دونوں برادران میں آپس میں
 مشاغل اور وقت بہت غیر حضرات ہیں غریب پرورد مذہب پرست آدمی ہیں۔ حکومت
 پارک اور محلہ تہر دہلی میں عالی شان مکان (کوٹھی) ہے۔ شاہجہانپور میں اور گزین فارم اینڈ
 نرسری میں اعلیٰ قسم کی کوٹھی رہائش کے لئے بنائی ہوئی ہے۔ یوں کہا جائے کہ ان کا رہن سہن
 ہی مشہور ہے اس نرسری میں ہر قسم کے پھولدار اور ڈیکوریٹیشن کے پودے دستیاب ہیں شاید
 کوئی پودا ایسا ہو جو یہاں دستیاب نہ ہو اس نرسری میں پودے تیار کر کے راجدھانی نرسری
 کر بلا دہلی لیجائے جاتے ہیں اور وہاں سے بیروں ملک مثلاً سعودی عرب و دیگر ممالک کو۔ اور
 اندرون ملک سیدانی ہوتے ہیں جبکہ خصوصیت سے دہلی میں زیادہ پائی گئے جاتے ہیں
 اور گزین فارم اینڈ نرسری میں بڑی تعداد میں نفی اور نفع کام کرتے ہیں۔ ایک بڑی تعداد میں
 مزدور اس نرسری میں کام کر کے روزی پیدا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی نرسری
 ہیں مثلاً رعایت نرسری، نفیس نرسری، منگو گرافٹ نرسری، انڈین فارم اینڈ نرسری، بھارت نرسری
 نیو بھارت نرسری، کسان نرسری، اوجھ نرسری، ٹی۔ اے۔ نرسری، شاہکار نرسری، انکھور
 نرسری، جنا نرسری، ماڈرن نرسری، وغیرہ وغیرہ ان میں رعایت نرسری، ماڈرن نرسری اور بھارت
 نرسری، منگو گرافٹ نرسری، بہت پرانی نرسری ہیں۔ ان میں پہلے پھولدار ہی پودے دستیاب
 ہوا کرتے تھے مگر ان میں پھولدار پودوں کے ساتھ پھولدار اور ڈیکوریٹیشن کے پودے بھی
 دستیاب ہیں۔ کچھ نرسری ہر جن برادری کے لوگوں نے قائم کی ہیں انہیں پرتاب نرسری اور گلزار
 نرسری ہیں۔ یہ سب نرسریز میرٹھ، گڑھ روڈ پر آبادی سے مشرق اور مغرب میں واقع ہیں۔

نصیب

اس بستی کی صحرائی زمین بہت زرخیز ہے جسکی وجہ سے آج کے باغات بہت سرسبز و شاداب
 ہیں اور اچھی فصل دیتے ہیں۔ صحرائی رقبہ میں گزرتا ہوا راجہ اس کے رقبہ کو آبپاش کرتا ہے۔
 جو علاقہ بارانی تھا وہ پانی کے ذرائع نہ تھے دو درجہ پانی کے حب سے اس میں پورنگ کر کے انکو
 آبپاش بنایا گیا ہے ان پورنگوں سے کھلی اور انہوں کے ذریعہ پانی نکال کر ہر دو طریقہ سے رقبہ کو
 آبپاش بنایا گیا ہے اس کی زمین سوٹا ہے ریت شامل نہیں ہے مورتوں کے زمانہ میں طریقہ
 تھا کہ گھر کے بزرگ نے جس زمین کے ٹکڑے کو جس طرح اپنی اومانہ میں تقسیم کر دیا کہ یہ رقبہ فلاں
 کا ہے اسی طرح وارثان اسے اپنے قبضے میں لے لیتے تھے اور کاشت کرتے تھے یہی سلسلہ
 چلتا رہا اور انگریز کا دور آگیا۔ انگریزوں نے زمین کا پتہ لے کر اپنے طریقہ پر بندوبست کر کے اگر
 حقہ داروں کو دے دی اور اس پر مال گزاری قائم کر دی جسے بزبان دیگر مالکان یا زمینداران
 سے زمینوں کا ٹیکس یا جانا کہ جسے تو غلط نہ ہو گا۔ یعنی زمین کی مالک کو سرکار یہی مگر اس ٹکڑے
 زمین کو زمینداروں کے قبضے میں دیکر تھوڑا معاوضہ سرکار لینے لگی جبکہ زمین پر زمیندار کو زمین
 فروخت کرنے یا رکھنے کے ممکن حقوق حاصل رہے۔ ۱۹۵۲ء میں اتر پردیش میں زمیندارہ خاتمہ
 کے بعد جو زمیندار سے کاشتکار بن گیا۔ اس کو زمین کو رکھنے یا فروخت کرنے کے وہی حقوق حاصل
 ہیں۔ اس سلسلہ میں اس رقم کا نام جو سرکار مانگداری کی شکل میں وصول کرتی تھی۔ اب لگان ہو گیا۔
 بہادر شاہ ظفر جو نام کے بادشاہ تھے اور میرٹھ میں انگریز کلکٹر ایسٹ تھا اس نے
 اپنے طریقہ پر بندوبست ۱۸۳۳ء میں کر کے زمینداران کو دے دیں اور مالک بنا دیا یہ بندوبست
 ایسٹ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ دوسرا بندوبست صحرائی نصیر علی کلکٹر میرٹھ کے دور میں
 ۱۸۴۳ء میں کرایا گیا۔ یہ بندوبست نصیر علی کے نام سے پکارا گیا۔ تیسرا بندوبست آبادی و صحرائی
 ۱۸۵۲ء میں کلکٹر میرٹھ مہر سنگھ کے زمانہ میں ہو گیا۔ یہ مہر سنگھ کے بندوبست کے نام سے جانا
 گیا۔ چوتھا بندوبست ۱۸۹۰ء میں کلکٹر میرٹھ انگریز گیلن نے کر دیا یہ بندوبست گیلن تھا اس کے
 بعد بستی میں ۱۹۲۹ء میں تقسیم ہوئی جو یک مقدمہ تقسیم محمد مستحسن خاں بنام شملوئی بی جو ۱۹۲۹ء سے

کئی سال پہلے دُور ہوا تھا۔ اور ۹ جون ۱۹۲۹ء کو طے پایا۔ اور یہ تقسیم ہوئی یہ تقسیم محمد تقی خاں بنام شملو بی مشہور ہے اس کے بعد ۱۹۳۸ء میں آخری بندوبست ہو جبکہ میرٹھ میں واہنہ کلکٹر تھے یہ بندوبست واہ صاحب ہے اسی کے تحت موضع میں زمینوں پر مکان قابض ہیں۔

آبادی

موضع شاہ جہاں پور کی آبادی دس ہزار سے زیادہ ہے اس میں آٹھ ہزار سے زائد وٹرا ہیں۔ موضع میں عموماً کے نزدیک منتخب یک پردھان ہوتا ہے جو پانچ سال کے لئے منتخب ہوتا ہے اور موضع کلکٹر اور تحصیل کے حاکم علاقہ کے تحت موضع کے نظام کو جلاتا ہے۔ یہ نظام ایک کمیٹی چلاتی ہے جس کا ہیڈ پردھان ہے اور موضع کے مختلف حلقوں (وارڈ) سے منتخب شدہ ممبرن ہوتے ہیں ان ممبرن میں سے ایک نائب پردھان منتخب کیا جاتا ہے ممبرن اپنے اپنے وارڈ کی ضروریات مابانہ میٹنگ میں کمیٹی کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور منظور کر کر پردھان ان کاموں کو تکمیل کراتا ہے اسے چنانچہ نظام کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک سرکاری نمائندہ ہوتا ہے جو سکرٹری کہلاتا ہے یہ پردھان کا مشیر ہوتا ہے میٹنگ کی کارروائی کی نکت پڑھت سکرٹری کا کام ہے۔ پچائیت میں ایک کمیٹی ای۔ ایم۔ سی کی بھی ہے اس میں پردھان کا سکرٹری سیکپاں موضع ہوتا ہے جو موضع کے صحرائی معاملات کو پردھان کی نگرانی میں دیکھتا ہے۔

ترہہ دیش میں پچائیتی راج قائم ہونے کے بعد موضع شاہ جہاں پور میں جناب الحاج محمد اہمام الشرف پردھان منتخب ہوئے یہ پہلے پردھان تھے ان کے بعد جناب عبد الستار بعد کو جناب عبد الرقیب خاں جو دوبار پردھان رہے ان کے بعد جناب عبد الحی خاں اور ان کے بعد خاندانہ جناب محمد مسلم خاں پردھان بنے اور ان کے بعد دور بدل اس میں موضع شاہ جہاں پور میں پردھانی کے لئے ایڈمنسٹریٹو منتخب ہو گئی اور جناب حمید علیگ صاحب پردھان بنیں اور موجودہ پردھان جناب الحاج ڈاکٹر ظفر الشرف ہیں۔ یوں تو ہر دور میں موضع میں کام ہوتا ہے میں مگر ہر دور کے مقابلہ میں موجودہ دور میں کام زیادہ ہوئے ہیں گاؤں میں جو کچھ خراب

ہو گئے تھے نیچے ہو گئے تھے، گھیر کر بھراؤ کر کے اونچے کئے گئے نئے کھرچے لگائے گئے ہیں گاؤں پر جنرل لگا کر پانی کا سہولت بنایا گیا ہے پانی کے نکاس کے لئے نائے بنائے گئے ہیں اسکول اور ٹریننگ سینٹر تعمیر کرایا گیا، پرنسپل پر مٹری، سکول پر کمرہ تعمیر ہوا۔ پچائیت گھر جو سب سے پہلے پردھان نے تعمیر کرایا تھا اس پر کمرہ بنایا گیا۔

موضع شاہ جہاں پور کی کل آبادی میں تقریباً نصف آبادی پٹھانوں کی ہے۔ جن کا انحصار باغات کی آمدنی پر ہے کچھ لوگ مزدوری کر کے پیٹ پاستے ہیں۔ باقی عوام میں دیگر برادری کے لوگ ہیں۔

انصاری برادری موضع میں انجمن تدارک میں ہے مسلمانوں کے علاوہ ہندو جو لا ہے بھی موضع میں ہیں جو کہ جوں ہے میں زیادہ تر گاڑھا بننے کا کام کرتے ہیں۔ اب کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے ہیں تو بیکاروں کو لاہور انصاری اپنے آبائی کام کپڑا بننے کا کام لگتے ہیں۔ میرٹھ شہر سے سوت خرید کر لاتے ہیں اور کپڑا بن کر شہر لیا کر بیچتے ہیں موضع میں ہفتہ یعنی سینچر کے روز بازار لگتا ہے اس میں دکانیں لگا کر کپڑا فروخت کرتے ہیں۔ کچھ لوگ اور بھی کام کرتے ہیں مثلاً باغوں کی خریداری، کچھ مزدوری بھی کرتے ہیں۔ کئی لوگ شادی بیاہ میں کھانا بنانے کا کام کرتے ہیں اچھا کھانا بنتے ہیں اور اچھے نان پانی ہیں گاؤں میں، اور قریبی موضعوں میں کھانا بنانے کا کام کرتے ہیں اکثر یہ ہوتا ہے مصروفیت کی وجہ سے یہ لوگ متنوع در وقت پر دستیاب نہیں ہو

اس برادری کے لوگوں کی تعداد گاؤں میں کافی ہے ان کا کاروبار خصوصیت سے مویشی کی خرید و فروخت کرنا ہے کچھ لوگ ذبحہ کا کام بھی کرتے ہیں اور چھ پیسے

کراتے ہیں اچھے اور صاف سکرے رہتے ہیں روزہ نماز، اور دین کی طرف زیادہ رجحان ہے رہائشی مکان چھ ہیں کچھ منڈی میں خریداری کر کے مال باہر بیچا کر فروخت کرتے ہیں۔ کچھ گاؤں میں آڑت کا کام کرتے ہیں غرضیکہ خوشی میں پٹھان برادری سے اچھے تعلقات ہیں مویشی کی خرید و فروخت کی وجہ سے ہمسایہ گاؤں میں اچھے تعلقات ہیں۔

اس برادری میں زیادہ لوگ معمار کا کام کرتے ہیں اچھے کاریگر گذرے ہیں اور آج بھی اچھے کاریگر موجود ہیں چند لوگ ٹھیکیداری کرتے ہیں کچھ جوتے کی دکانیں بھی کرتے ہیں کچھ کھیتی باڑی کا کام اور باغات کی خریداری کا کام بھی کرتے ہیں۔

بھٹ

یہ موضع کے مشرق میں آباد ہیں۔

دھوبی | ان کا کام موضع کے پٹھانوں اور دیگر برادریوں کے لوگوں کے کپڑے دھونے کا ہے۔ اسکے علاوہ دیگر کام مزدوری وغیرہ چھوٹی تجارت کرتے ہیں چند دکانیں بھی کپڑے دھونے اور پریس کرنے کے کاروبار کے ہیں۔ نئی آبادی بھی بھاٹوں کی آبادی کے برابر موضع کے مشرق میں ہے۔

رنگریز | یہ برادری تعداد میں کم ہے آبادی بھاٹوں کی آبادی کے ساتھ ہے اس برادری کے کچھ لوگ زمیندار بھی رہتے ہیں اور سچ بھی ہیں پہلے یہ لوگ پزارنگے کا کام کرتے تھے اب یہ کام ترک کر دیا ہے اور تجارت کرنے لگے ہیں کچھ مستقل کام بھی کرتے ہیں۔

بہشتی | پہلے دور میں اس برادری کا کام پٹھان صاحبان کے گھروں میں پانی پہنانا کرنا تھا اب محکمہ زمانہ بدلا ہے اور ہیڈ پمپ لگائے گئے ہیں ان لوگوں کا پانی پہنانا کرنے کا کام ختم ہو گیا ہے اب بان بکری فروخت کرنا اور کچھ تجارت کا کام شروع کر دیا ہے۔

شاہ فقیر | یہ برادری بھی کافی ہے اس کا کام پہلے زمینداروں کی خدمت، قبر کھودنا، قبرستان کی صفائی، ستھرائی رکھنا، بھیک مانگ کر پیٹ پان تھا ساتھ ہی مزدوری بھی کرتے تھے آج یہ لوگ اکثر لکڑی کاٹنے کا کام کرتے ہیں اور اچھے پیسے کماتے ہیں۔ ورنہ باغات کی جوتی بھی کرتے ہیں قبر کھودنا اور قبر کی صفائی کا کام آج بھی فقیر برادری کے لوگ ہی کرتے ہیں۔

رنگریز بھٹی | یہ برادری بھی کافی تعداد میں ہے پرلے زمانہ میں جب گاؤں میں باغات نہیں تھے زمیندار لوگ کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے یہ برادری بل پاس تھے پھالی گنداسے، کھرب، کسلے، اور دیگر زراعت کی چیزیں بنانے اور مرمت کا کام کرتے تھے جب سے باغات کا سلسلہ ہوا ہے یہ کام کم ہو گیا اب ایک دو آدمی اس کام کو کرتے ہیں کچھ نے خراوشین لگائی ہیں تو کچھ فرنیچر بنانے لگے ہیں۔ کچھ اسی برادری کے لوگ قریبی مواصلات سے آکر بس لگے ہیں اور فرنیچر وغیرہ کا کام کرتے ہیں۔

ویش | یہ برادری پہلے سے ہی ضروری تعلیم حاصل کرتے آئی ہے چونکہ ان کا کام مختلف قسم کی دکانیں چھانڈنے یہ لوگ اپنے بچوں کو اوائل عمر سے ہی دکان پر بیٹھنا اور

سودا بیچنا سکھ دیتے ہیں۔ اور بچے اپنے بزرگوں کو دیکھ کر کام سیکھ جاتے ہیں دکان چلانے لگتے ہیں چند ویش گھر نے گاؤں میں زمین دار بھی رہے ہیں جن میں شاہ مکندی کا نام کافی مشہور ہے اسکے علاوہ ردھاری لعل کا گھر نا اور جھنڈو مل کا گھر نا بھی مشہور ہے ایک گھر ان میں پنڈتوں کا بھی تھا جو کاروبار میں ویش حضرات کا یعنی بڑی پساری کی دکان چھانڈنے کا کام کرتا تھا یہ برادری سے برہمن تھے اور پنڈت کہلاتے تھے پنڈت چنڈی پرشاد انہیں قابل ذکر ہیں یہ گھرانہ زمین دار بھی تھا پہلے ان کے بھائی گھنڈی پرشاد کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور بھائیوں کے دیکھ دیکھی، فالت لگائے تھے مگر وقت نے گاؤں سے ان کا نام و نشان بھی ختم کر دیا جیسے زمیندار رہتے تھے ایسے ہی ختم ہو گئے۔ اور زمیندار بھی ختم ہو گیا۔ پنڈت چنڈی پرشاد پرلے سے لاکھریسی اور سو تتر تاسینا بھی رہے ہیں ب ن کا کوئی ورثہ بھی گاؤں میں نہیں ہے ویش صاحبان میں بھی بہت سے لوگ شہر میرٹھ اور دہلی وغیرہ منتقل ہو گئے ہیں کافی تعداد میں گاؤں میں ہیں اور اپنے کاروبار کے ساتھ فروٹ کے کاروبار میں شریکیت کا کام کرتے ہیں۔ چونکہ موضع میں پھل، ورسبزی کی بڑی منڈی قائم ہو گئی ہے۔ اس برادری کے بھی کافی لوگ آباد ہیں جن کے پاس اپنی تھوڑی تھوڑی زمین ہے یا پھر بھٹانوں سے ٹھیکہ پر یا بٹی پر لیکر سبزی کاشت کرتے ہیں اور روزی کرتے ہیں۔ بچوں کو تعلیم دلانے کا ان میں کافی رجحان ہے۔

حجام | یہ برادری کچھ بھی اپنے کام یعنی جی مت بنانے کا کام کرتی ہے زمینداری دور میں یہ اپنے زمینداروں کے گھر جا کر ان کی حجامت بنایا کرتے تھے اب زمانہ کے ساتھ انہوں نے دکانیں کرنی ہیں جن پر یہ حجامت اور شیونگ بنانے کا کام کرتے ہیں کچھ اپنے روایتی زمینداروں کے گھر جا کر ان کا کام کرتے ہیں۔ ان میں بہت لوگ بھٹانوں اور دیگر برادریوں کی شادی بیاہ میں کھانا بنانے کا کام کرتے تھے۔ اب ایسے ایک دو آدمی رہ گئے ہیں۔ یہ کام انصاری لوگ کرتے لگے ہیں۔

رونگر | یہ برادری سڑک پختہ سے شمال میں رہے ان کے شمال میں ہریجن آباد ہیں انکا پیشہ سرسوں وغیرہ خرید کر کوہ سے تیل نکالنا اور آبا دی اور قریبی آبادیوں میں

فروخت کرنا تھا اب ان لوگوں نے تجارت بھی شروع کر دی ہے مثلاً غنہ وغیرہ خرید کر بازار میں فروخت کرتے ہیں۔ چند ایسے بھی ہیں جو اس دور کے حساب سے مشنری (یکسیلر) لگا کر تیل نکالتے ہیں۔ اور سپاہی کرتے ہیں تعلیم کی طرف ان کی توجہ ہے۔ بچوں کو تعلیم دلا رہے ہیں روزہ، نماز و دین کی طرف کافی توجہ کرتے ہیں۔

نڈاف

اس برادری کی تعداد موضع میں دیگر برادریوں کے مقابلہ میں کم ہے یہ لوگ دھنکی لگا کر سردی کے موسم کی ابتدا سے رضائی لحاف اور دیگر ضروریات کے کپڑے بھرتے تھے اب زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ یہ بھی مشین سے روئی نکال کر کپڑے بریجڈ کر رہا ہے۔ بھرنی کا کام کرتے ہیں قریبی موضعیت سے اکثر لوگ ان سے رضائی، لف، گدے وغیرہ بھرواتے کچھ اپنے پیشہ کے علاوہ دیگر کام کرنے لگے ہیں آج بھی ایک پرانے بندو رضائی وغیرہ بھرنے میں مشغول رہے۔

ہترجن

یہ برادری موضع میں کھیتی باڑی کا کام کرتی تھی۔ اب موضع میں باغات کا کام ہونے کی وجہ سے ان کا یہ کام قریب قریب ختم ہو گیا اب کچھ لوگ جوتا بنانے کا کام کرتے ہیں کچھ سبزی وغیرہ کی دکانیں کرتے ہیں۔ زیادہ تر سردی میں خالی پڑ پڑے اٹھانے کا کام کرتے ہیں۔ چند باغات کی خریداری کرتے ہیں۔ اور بچوں کو تعلیم دنانے کا ان کا زیادہ رجحان ہے۔ ان کی عادات بدل گئی ہیں مہمان سحر سے رہتے ہیں ان کی آبادی سڑک تختہ سے شمال میں محلوں روڈ کے دونوں طرف اور دوسری ہترجنی آباد موضع کے مشرق جنوب میں آباد ہے۔

خاکروں

انکی آبادی موضع کے شمال مغربی سمت میں ہے یہ لوگ بستی میں آباد لوگوں کے گھروں میں گندگی کی صفائی جھڑولگانا اور صفائی سھرنی رکھتے ہیں یہ کام بستی میں ان کی عورتیں کرتی ہیں مرد بچائیت کے ملازم ہیں گاؤں میں جھاڑو لگا کر راستوں کو صاف رکھتے ہیں چونکہ ان کی عورتیں زیادہ کام کرتی ہیں اسلئے یہ بیکار وقت زیادہ گزارتے ہیں۔ اس میں شراب پینا اور جو کھیلنا ان کا مشغلہ ہے۔

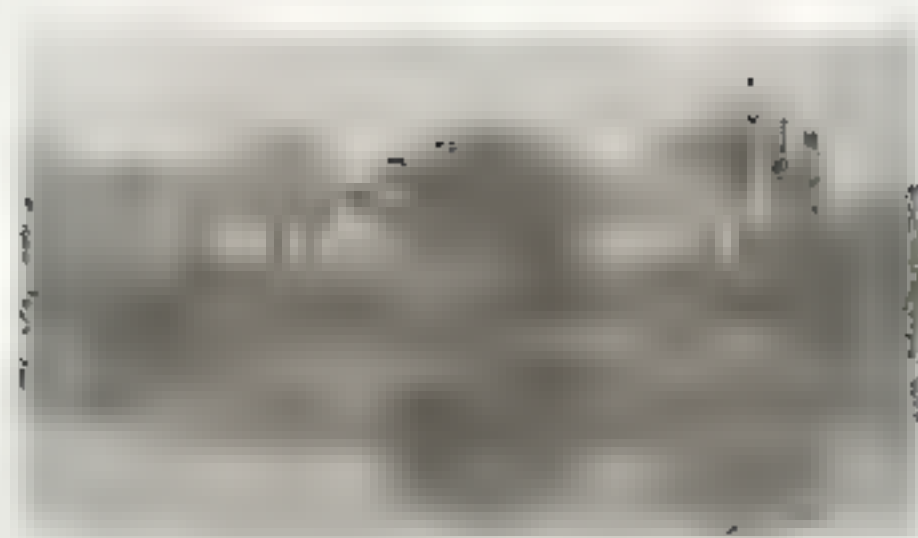
پٹھان

سلطان محمد غوری کے دور میں پٹھانوں کو علاقہ سوات، باجوڑ و پشاور میں آباد ہونے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بلکہ ان علاقوں سے ٹھکر پنجاب کے دیگر علاقوں میں آباد ہو گئے تھے اور جب ملتان میں ابوالفتح کو اقتدار کا موقع ملا تو پٹھانوں نے اپنی آبادی بسا میں تھیں۔ شہاب الدین غوری کے دور اقتدار میں پٹھان ہندوستان میں آباد ہو گئے تھے۔ اس کے بعد لودھی اور سورویوں کے زمانہ میں پٹھانوں کا راستہ بالکل کھل گیا ان میں کچھ ایسے بھی تھے جو اپنے قبیلوں کی خفا کی وجہ سے ہجرت کر آئے تھے مگر زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جو شوق جہاد اور سپاہیانہ زندگی گذرنے کے چندہ سے عازم ہند ہوئے تھے۔ نتیجہ کے طور پر ان کے کارناموں کو دیکھ کر انہیں کافی نعام و اکرام سے نوازا گیا۔ جاگیریں و حکومت میں اعلیٰ عہدے گورنریاں میں مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں کے بھائی سید محمد خاں بھی انہیں میں تھے جنہوں نے پنجاب کے شہر جندھر میں سکونت اختیار کر لی تھی اور مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں دہلی آگئے تھے وہاں جہانگیر شاہ (محمد نور الدین) بادشاہ کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ اس وقت ملت، فغانان کا ستارہ عروج پر تھا فتح و کامرانی ان کے قدم چوم رہی تھی۔ جب مرکزی حکومت کمزور ہوئی اور غیار نے ان میں نفق پیدا کر دی۔ تو سلطنت کے ٹکڑے ہونے لگے۔ اس وقت فغانوں نے ان کے زیرِ کمان رہنا پسند کیا۔ بلکہ حاکمان وقت کے کمانڈروں نے اپنی حیثیت کے مطابق انہیں درہنا پسند کیا۔ اور ہر ایک نے یہی عہدہ اپنی اپنی ریاستیں قائم کر لیں جس کے نشانات آج بھی بھوپال، تیوری، رامپور، مایر کوٹلہ، دوہڑ چادرا، ٹونک، سونٹ، بناس تر، لوہارو، جونا گڑھ، مانا دور، محمد گڑھ، پنیاری، پان پور، گڈوری، سردار گڑھ، وغیرہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس طرح ہندوستان میں پٹھانوں کی متعدد ریاستیں قائم تھیں اور انہوں کی تعداد میں پٹھان ان میں آباد تھے۔

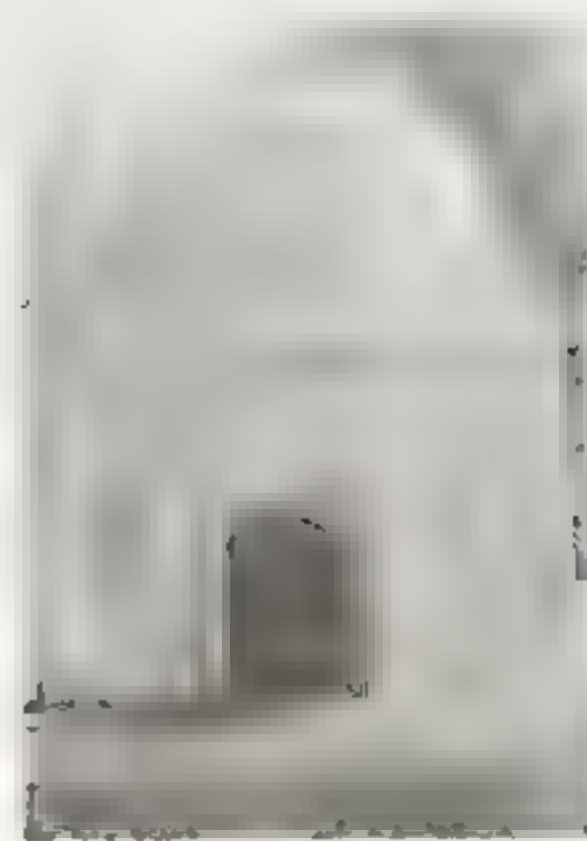
پنجاب قبائلی علاقہ کے پاس ہے اسلئے پٹھانوں نے وہیں آباد ہونا پسند کیا غزنوی دور میں ابوالفتح گورنر ملتان تھا۔ اس دور میں کثیر تعداد میں پٹھان وہاں آباد ہوئے اور لوگ



قبر و کتبہ مورث فی جناب جناب دیوان عباس خاں



جامع مسجد شاہجہاںپور



مقبرہ مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

نزیب کے زمانہ تک پٹھان اس علاقہ میں حکمران رہے۔ دوسرے پٹھان بھی وہاں آباد ہو گئے آج بھی وہ مقامی پٹھان کے نام سے پکارے جاتے ہیں کچھ پٹھان قہور میں آباد ہو گئے ان کو قہوری پٹھان کہا جاتا ہے۔ ضلع روہنگ میں قبیلہ کڑ پٹھانوں کی آبادی ہے۔ سرہند روہڑ اور انبالہ میں بھی بکثرت پٹھان آباد ہیں موضع شاہجہانپور ضلع شاہجہانپور، بھلی بھگ پور، نر دکانہ اور راجستھان میں بھی دلاڑ کوں کی بڑی بڑی بستیوں آباد ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد کثیر تعداد میں پٹھان روہڑ، سرہند اور انبالہ سے پاکستان منتقل ہو گئے اور پاکستانی شہری بن گئے جو قبل یا افراد اپنے وطن سے نکل کر سرزمین ہند میں آباد ہو گئے انہوں نے ہندوستان کو ہی بنا وطن تصور کر لیا اور اپنے وطن کو بھول گئے۔ یہاں کی آب و ہوا میں پرورش پائی تو اپنے وطن سے تعلق ختم ہو گیا وطن خاص سے رشتہ ہی ختم ہو گیا۔ اور اپنی زبان و پشتوں کو ہی بھول بیٹھے یہاں تک ہوا کہ جو افغان ہندوستان میں آباد ہو گئے اپنے قبیلوں کے علاوہ دیگر قبیلوں کے نام سے بھی واقف نہ رہے۔ اس کے علاوہ کچھ فغان جیسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے خوں میں آمیزش نہیں ہونے دی۔

موضع شاہجہانپور میں آباد پٹھان دلاڑ کوں ہیں مورث علی بن ابی طالب دیون عباس خاں کی اوراد میں ہیں دیگر پٹھان بستیوں کے آباد پٹھانوں کے مقابلہ میں علیحدہ مقام رکھتے ہیں رہن، سہن، لباس اور زبان بالکل جدا ہے خود باخداق ہیں ورنہ کسی کی دیگر برادریوں سے بہت چھپے تعلقات رکھتے ہیں۔ بستی میں آباد سب برادریاں پٹھانوں کا احترام کرتی ہیں اور عزت دیتی ہیں۔ یہی نہیں قرب وجوار کی بستیوں کے لوگ بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔ مورث علی بن ابی طالب دیون عباس خاں کی ورد کا شجرہ آگے آگے گا۔ مگر مختصر تعارف ذیل میں ہے۔

اسمعیل خاں۔ یسین خاں۔ عباس خاں (از موضع شیوگی خاں شیواندر ڈیمیری ضلع مردن صوبہ بہار)

محمد خان مصوبہ ریسر	دولت خان	جلیل خان	دارو خان
رویت ہے کہ نئی ولاد بھگ سر دکانہ	رویت ہے کہ نئی ولاد بھگ سر دکانہ	رویت ہے کہ نئی ولاد بھگ سر دکانہ	رویت ہے کہ نئی ولاد بھگ سر دکانہ
میں آباد ہے محمد خاں کا مزار شہیدانہ باغ میں	میں آباد ہے محمد خاں کا مزار شہیدانہ باغ میں	میں آباد ہے محمد خاں کا مزار شہیدانہ باغ میں	میں آباد ہے محمد خاں کا مزار شہیدانہ باغ میں
وہ کسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔	وہ کسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔	وہ کسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔	وہ کسی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔

عنایت خاں | نور خان | مصری خاں | مزہ خاں | رحم خاں | تاجر خاں | رحمت خاں | اصلاہ خاں | رحمت خاں

از بطن بنت سید محمد خاں برادر مس خاں | از بطن زوجہ | از بطن زوجہ | از بطن زوجہ | از بطن بنت سید محمد خاں | از بطن بنت سید محمد خاں | از بطن بنت سید محمد خاں | از بطن بنت سید محمد خاں

جناب دولت خاں کے سات بیٹوں کا شجرہ نسب آگے چل کر سامنے آئیگا۔ یہاں صرف جناب تاجر خاں کا ذکر درج ہے جناب تاجر خاں صاحب دیوان دولت خاں کی زوجہ سلوٹم کے بیٹے دو اور بھائی رحم خاں و رحمت خاں تھے۔

نومٹ، بموجب اخبارات دربار معنی مورخہ ۱۱ محرم سن جلوس ۱۲۶۴ (مارچ ۱۸۴۸ء) میں تاجر خاں تین ہزاری ایک ہزار ذات منصب پر فائز تھے یعنی تنخواہ تین ہزار ماہوار مگر کمانڈ میں ایک ہزار جوان تھے تاجر خاں کو چھ ہزار خاں دہلی میں آباد ہو گئے تھے انہوں نے اپنا ایک محل شاہجہانپور میں تعمیر کروانا شروع کیا جو نور محل کے مقابلہ تالاب کے اس پار شمال میں زیر تعمیر تھا۔ ایک دن تاجر خاں ان کی بیگم اور بچے محل کی تعمیر دیکھنے شاہجہانپور آئے۔ بچے تالاب کی طرف نکل گئے ایک بچہ تالاب میں گر گیا۔ اور دوسرا بچہ اسکو پکارتے ہوئے تالاب میں جا گرا۔ اور دونوں ڈوب گئے۔ اس واقعہ سے تاجر خاں کو اس قدر صدمہ ہوا کہ وہ اسی وقت دہلی چلے گئے اور حکم دے گئے کہ بعد ازاں بیگم و بچے تمام کارکنان تعمیر بند کر دی جائے جو چیز جہاں ہے وہیں چھوڑ دی جائے۔ میری والدہ محترمہ نے بتایا تھا کہ ان کے بچپن سن ۱۸۴۹ء صدمہ کے آخر تک مصالحوں سے پر تغاریاں دیوڑوں پر کسی ہوئی تھیں اور ان میں کنسیاں اور دیگر اوزار رکھے تھے انکو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ شاہجہانپور میں عورتوں کا یہ کو سنا بتا کہ راج کبے کہ تیرا تاجر خاں سامیل ہو جائے اس کے بعد تاجر خاں اور ان کی اولاد کا شاہجہانپور سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ ان کا محل پھوٹا مٹا چلا گیا ہے۔ اور اس کے آثار ابھی تک موجود ہیں (از جناب ولی اللہ پاکستان)

یہاں ایک بات اور بھی صاف کرنی ضروری ہے وہ یہ کہ مورث اعلیٰ کے بیٹے دیون

دوستی خاں کی چار بیویاں تھیں جن میں ایک موضع بسی ضلع ہندو شہر کی تھیں اور یادگار سلف
یعنی تاریخ افغانان یا وہ بستی کے مورخ جناب محمد عبدالرشخاں نے اپنی تاریخ میں بسی کو بسی کا
بگڑا ہوا نام بتاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ بسی تگاور کی آبادی تھی درحقیقت فغانان
بارہ بستی میں آباد ہوئے تو تگاور نے بسی کو چھوڑ کر فوجی علاقے میں سکونت اختیار کر لی
اور پٹھان بسی میں آباد ہو گئے۔ مگر جب ۱۸۹۱ء میں دیون عباس خاں نے ہندوستان آکر موضع
بسی میں قیام کیا تو یہ بستی پٹھانوں کی ہو گئی اس کے کچھ عرصہ کے بعد دیون دوست خاں کی شادی
بسی میں ہوئی۔ مطلب یہ کہ اس وقت بسی میں پٹھان آباد تھے اور یقیناً یہ پٹھان جناب محمد عبدالرشخاں
کے مورخ جناب عبدالرشخاں کی اولاد سے ہونگے۔ بسنے جناب دیون دوست خاں فغانان موضع
بسی کے داماد ہوئے اور آج زوجہ بسی سے پیدا شدہ دو بیٹوں کی اولاد (رحم خان و
رحمت خان) شاہجہانپور میں آباد ہوئے اور دونوں بڑے خاندان ہیں جبکہ میرے بیٹے
ناہر خان کو چار بھائی ہیں اور وہی میں آباد ہیں۔ سطرخ افغانان بسی ضلع ہندو شہر کا خصوصی حق افغانان
شاہجہانپور سے ہوا لیکن مورخ یادگار سلف نے دلائل افغانان کو باطل نظر انداز کر کے ایک
مختصر سی جنگ کر کے شکست فاش دلا دی مورخ کے سوا وہ کہ درزا کوں سے بغض عداوت
ہی کہا جائے گا۔ مندرجہ واقعہ کے غور کے بعد ناظرین خود غور فرمائیں کہ درزا کوں فغانان شاہجہانپور
کا افغانان بسی ضلع ہندو شہر سے کیا رشتہ اور تعلق ہوا۔

نہبان

افغان جو زبان بولتے ہیں اس کو پختون یا پستو کہتے ہیں اس کے سلسلہ میں یہ کہنا ممکن نہیں
کہ یہ کب اور کیسے وجود میں آئی محققین نے اس کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اگر کوئی نتیجہ نکلا
تو مسٹر گریسن کے قول پر بہت محققین متفق ہیں کہ اس زبان کا تعلق ایران سے ہے دیگر زبانیں
بھی اس پر اثر ڈالتی رہی ہیں مگر سچ بھی یہ سنوں باقی ہے کہ یہ آخر کب اور کہاں سے شروع ہوئی

معلومات کرنے کا جذبہ جاری رہا اور بیٹے کرنے کے بعد کہ زبان پستو یا پختون
کا تعلق ایران سے رہا ہے بلکہ اس نے ایرانی و ہندوستانی زبانوں کا بھی ترقیوں کیا ہے
بلکہ یہ زبان دیگر اور زبانوں سے بھی اپنے عم کو فروغ دیتی رہی ہے۔ اس زبان کی قدامت
یا پرانی ہونے سے انکار کیا ہی نہیں جاسکتا کیوں کہ سب زبان داں اس پر اتفاق کرتے ہیں
بلکہ یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ یہ قدیم سے بھی قدیم زبان ہے اس کے بعد یہ طے کرنا باقی رہ
گیا ہے کہ پستو قدیم زبان ہے یا سنسکرت۔ میٹری میں ایک پٹھان عام نے ضلع مردان
میں پشتو سے سنسکرت کو ترتیب دیا تھا زبان دس حضرات نے زبانوں کو مصنف مقامات پر
مختلف ناموں سے روشناس کرایا ہے۔ بسنے جب پشتو زبان کو اس کے بیوں کی وجہ سے
ایرانی برادری میں جنگ ملی تو اس کو ایک قدیم زبان تسلیم کر لیا۔ میٹری چوس کے مطابق
ازمن پندرہ سو سال پہلے اس طرف آئے تھے جبکہ تین ہزار سال قدیم دیگر اقوام ہندوؤں
میں آباد تھیں اس طرح قدیم آبادیوں کی زبان بھی قدیم رہی ہوگی جو پستو یا پختون ہی ہوگی
۱۸۹۱ء میں مورث علی اور ان کے ہمراہیوں کو ہندوستان آئیے بعد ہندوستان
کی زبان سمجھنے اور بولنے میں دقت پیش آئی ہوگی۔ تو ان حضرات نے ہندوستانی
زبان کو سمجھنے کی کوشش کی اور اپنے پہلے قیام دلائل کوں کی بستی سرے صالح کے قیام میں اس
کو سیکھ لیا اور جالندھر جہاں ان کے بھائی سید محمد خاں نے سکونت اختیار کی تھی اس زبان
پر عبور حاصل کر لیا اور پھر یہ زبان اردو زبان بن گئی۔

مہمان نوازی

جنگ و جدال و ظہرت میں اچھے رہنے کے باوجود پٹھان حد درجہ کامہان نواز رہا
ہے۔ بلکہ مہمان نوازی پٹھان کا پیشہ رہا ہے۔ اس کے گھر کے دروازے دوست دشمن
مسلمان ہندو برہمنی کے سوا ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ اگر پٹھان کے یہاں کوئی مہمان

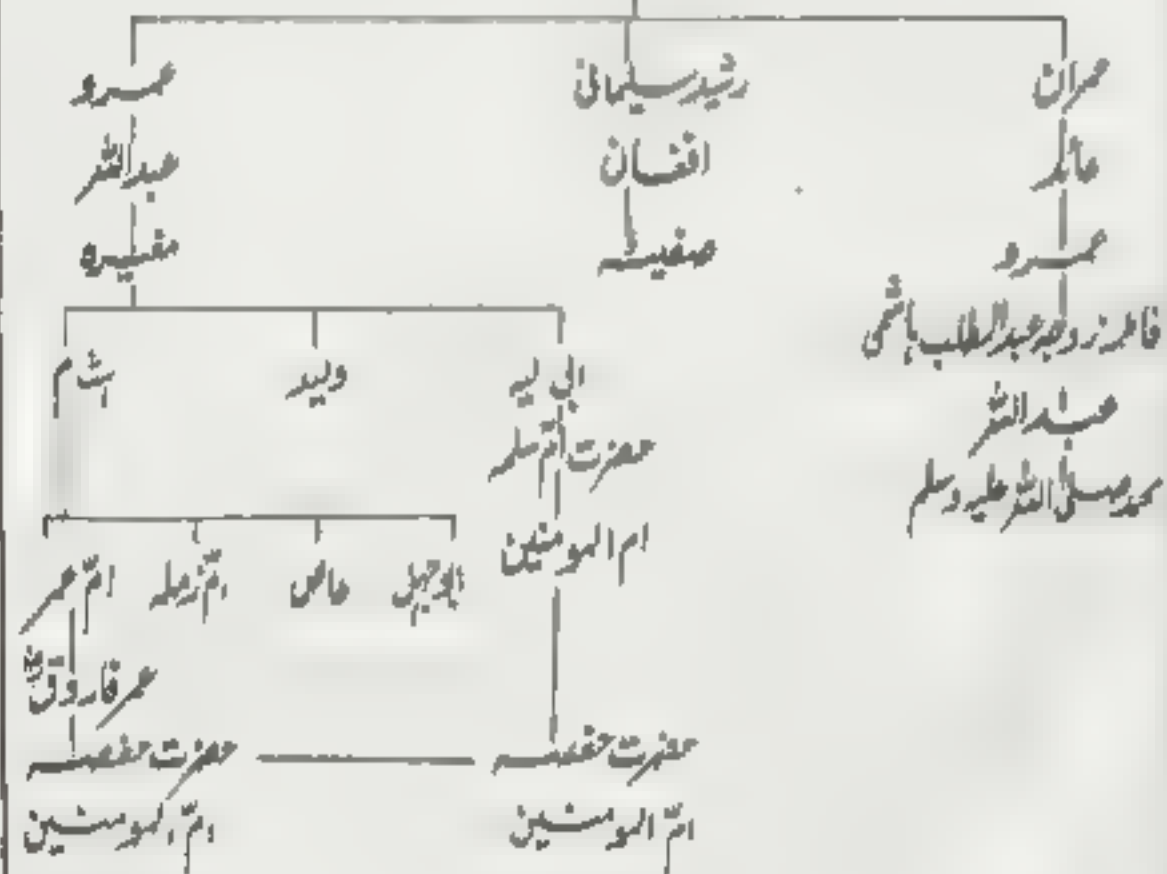
کمی بھی وقت آجائے تو اسکی خاطر تو صبح میں کوئی کمی نہیں آنے دیتا۔ صبح مقدور اسکے خورد و نوش کا نظام اپنے روزانہ کے کھانے پینے سے بہتر کھدنی کی کوشش کرتا ہے مہمان کے آنے پر پہلے اس کے بیٹھنے کا انتظام کرتا ہے اسکے بعد موسم کے لحاظ سے اگر گرمی ہے تو ٹھنڈا پانی پیش کرتا ہے، اور اگر موسم سرد ہے تو چائے یا کافی پیش کرتا ہے، اس کے بعد اگر عزیز یا رشتہ دار نہیں ہے تو اس سے آنے کی وجہ اور کام معلوم کرتا ہے ضرورت یا کام کا پتہ چلنے پر حتی المقدور اس کی ضرورت پوری کرتا ہے یا کام انجام دلانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر مہمان کو قیام کی ضرورت پیش آجائے تو اس کے لئے آرام دہ بستر فراہم کرتا ہے چونکہ پٹھان کا مزاج ہے کہ وہ سفر میں بستر ساتھ لے کر سفر نہیں کرتا اسلئے پٹھان میزبان اپنے گھروں میں وافر تعداد میں بستر کا نظام رکھتے ہیں تاکہ اگر زیادہ مہمان آجائیں تو انہیں بستروں کے لئے زیادہ پریشانی نہ ہونا پڑے۔ پٹھان مہمان نوازی میں ہندو مسلم میں کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ جس قوم کا بھی مہمان ہو اسی کے حساب سے اسکی تواضع کرتا ہے۔ عام طور پر حقہ درجہ پٹھان کے گھر میں رستا ہے حقہ پینے والوں کو حقہ پیش کرتا ہے۔ پٹھاؤں کا مزاج ہے کہ جب سفر ہو یا گھر سے باہر نکلے تو اپنے کندھے پر ایک بکی بھکی چادر یا پھر تھبند (سنگی) اپنے کندھے پر رکھتا ہے جسکو دور دراز سفر نہ راد کرنے میں بھی استعمال کرتا ہے سچ بھی ہندوستان میں مختلف جگہ پر بہت بادیوں پٹھاؤں کی ہیں۔ ان میں یہ بستی شہما پور بھی اس کے آباؤ اجداد کے بھی اپنے آباء و اجداد کی طرح مہمان نوازی کے عمل کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ بلکہ آج دور جدید کے حساب سے مہمان نوازی کرتے ہیں۔ چونکہ چیم اور حقہ کا رواج نہیں رہا اسلئے ابتدائی تواضع سگریٹ اور بیڑی سے کرتے ہیں۔ اور چائے مختلف چیزوں کے ساتھ مثلاً بسکٹ اور نمکین کے ساتھ اور کھانا میز کرسی پر تکلفات کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

غرضیکہ مہمان نوازی آج بھی موروثی اور آباء و اجداد کی طرح کرتے ہیں۔

افغانوں کا جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ

اور
شجرہ

ام مخدوم
سیمانیہ افغانیہ
زوجہ یقظہ
مخدوم



دہ کی تو ملک عبدالرشید کو مع ایک جماعت سپاہ ہمراہ خاندان شریف کے مقرر
عبدالرشید سے بڑے بڑے کام ظہور پذیر ہوئے چنانچہ سترہویں بابیان قریش سے
یسے آدمی نے قتل کئے۔ اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
لاکھ حق سبحانہ و تعالیٰ اس شخص سے بہت بڑا سلسلہ پیدا کرے گا اور دین میں تمام
فروق پر زیا دتی رکھے گا اس واسطے کہ مجھ کو خبر جبریل علیہ السلام نے دی ہے کہ اس کی ہمت
کی مضبوطی مثل اس خوب کے ہے کہ جس پر جہاز کی بنیاد رکھتے ہیں۔ یہ تشبیہ و تکرار عبدالرشید
کا لقب بتیان فرمایا اس دن سے یہ لفظ مستعمل ہوا اور رفتہ رفتہ پٹھان ہو گیا بموجب اشارہ
فیض بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے سلاطین عظام، درویش، زاہد و راویائے
صاحبِ حال و قال ظہور میں آئے۔

آنحضرت نے عبدالرشید کو حکم دیا کہ غور اور کوستان میں جا کر حکام شریعت سلام سے
لوگوں کو تعلیم و تلقین اور کافروں کو دین اسلام کا رستہ دکھا دیں قیس نے ۸۷ برس کی عمر میں
سیر بھری کہ اکتیسویں برس وراثت پائی۔ عبدالرشید کو حق تعالیٰ نے تین بیٹے عنایت
فرمائے ایک کا نام شریعتی دوسرے کا تینی تیسرے کا غزشتی رکھا ان تین بزرگوں سے کافی
اولاد پیدا ہوئی جب عبدالطلب بن مروان خلیفہ ہوا۔ حجاج بن یوسف نے اپنا سب سالار
عماد بن بشیر زادہ کو ۸۹ھ میں واسطے فتح کرنے ولایت سوستان اور طبع کرنے
سر داروں کے مقرر کیا۔ یہ دونوں بعد طے مسافت اطراف غور میں پہنچے اور اس ولایت
کو فتح کیا۔ افغانوں سے نہایت عنایت سے پیش آئے آٹھ سال تک وہاں قیام کیا۔
بعد ازاں ۹۴ھ میں حق تعالیٰ نے سلطان محمود غزنوی کو سربر آرائے سلطنت عطا فرمایا
عراق، خراسان، ماوراء النہر و دذریائے سندھ تک اس کے قبضے میں آیا۔ قوم افغانان
میں سے نو شخص جن کے نام کتب تواریخ میں اس طرح لکھے ہیں۔ ملک خذوی ملک، مومن
ملک، یحیی، ملک احمد، ملک محمود، ملک عارف، ملک مغزالدین، ملک غازی، ملک داؤد
سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے۔ چونکہ تابہ بزرگی حسب و نسب ان کے چہرہ سے
عیان تھا۔ سلطان نے قیمتی گھوڑے خدمت پیش بہا اور زر و نقد سے عزت خزانہ کی

اور ہندوستان کو اپنے ساتھ لایا۔ یہاں پہنچ کر راجہ وائشیم کو قتل کر کے ہتھالوں کو تباہ و برباد
کیا جو ہم سخت پیش آتی تھی اسکے واسطے جماعت افغانان تعینت کی جاتی تھی سلطان محمود
قریباً ۳ برس تک سو منات میں رہے جہاں عمدہ عمدہ بہادر کی وریاقت کے کا افغانوں
سے ظہور پذیر ہوئے جنکی وجہ سے سلطان نے عنایت و مہربانی کا سلسلہ بہت بڑھا دیا
اور اعلیٰ درجہ کی عزت بخشی اکثر مہبات میں اس فرقہ سے صلاح لی جاتی تھی۔ سلطان کی حیات
تک جسکی مدت ۳۹ برس ہے یہ فرقہ خوب صاحبِ ثمت و عزت رہا۔

سلطان نے ۹۴ھ میں بمابہ ربیع الثانی یوم پنجشنبہ وفات پائی اسکے دواول
بیٹوں سلطان محمود اور سلطان محمد نے بھی اس جماعت کو بدستور اسی قدر و منزلت کے ساتھ
قائم رکھا۔ ۹۶ھ میں چرخ سلطان محمود گل ہو جانے سے تخت نے سلاطین غور سے نہایت
پائی۔ اور سلطان شہاب الدین غوری نے سربر آرائے سلطنت ہو کر فتح ہندوستان کا ارادہ
کر لیا کئی مرتبہ غزنی سے ہندوستان آیا۔ اول مرتبہ لاہور سے واپس گیا۔ دوسری بار نہروند
سے نامراد لوٹا۔ تیسری بار ہزار افغانوں کو غور سے طلب کر کے اپنے ہمراہ ہندوستان لایا
تب فتح حاصل ہوئی اور مہاراجہ پٹھوراکو جو تمام ہندوستان کے راجاؤں کا سردار تھا قتل کر کے
ہندوستان میں استحکام حاصل کیا۔ سلطان نے ملک معز الدین اپنے مصاحب کو افغانوں
کو دارالسلطنت غزنی کے اطراف میں آباد کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم سلطان ملک
موصوف نے کوستان غور سے کوہ سلیمان۔ آشنغر۔ سواد بخور و دکان بل سے نیلاب
ور قندھار سے ملتان تک جہاں مناسب سمجھا آباد کیا۔ وہ مزاد کوہ کو کہتے ہیں جس
کا طول سواد بخور سے بھکر تک اور عرض حسن ابدن سے کابل قندھار تک ہے کوہ سیمانی
اور آشنغر اسی پہاڑ کے دامن میں واقع ہیں۔ اول شہر جو افغانوں نے آباد کیا آشنغر سمقا
اسکے آباد ہو جانے پر سلطان نے بہت خوشی ظاہر کی۔ اور باشندوں کو جاگیریں عطا
فرما کر سر بلند کیا۔ (ماوڈار تاریخ روشن خان)

خان روشن خان مصنف کی تصنیف کا تذکرہ پٹھانوں کی اصلیت اور انکی تاریخ
میں کچھ اختلاف ہے۔ مگر ہو سکتا ہے انکی تصنیف میں کچھ نام بھولے سے آگئے ہوں

پھر بھی خفانان کی پہچان کے لئے اس کو کافی سمجھنا چاہیے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر ان کا ایک وفد بروشلیم گیا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے مبعوث ہونے پر ان کی دعوت بہتوں نے قبول کر لی۔ اس وجہ سے کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت مسیح صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں آئیں گے۔

مشرق پر اسلام ہونے کے بعد ان قبیلوں میں ایک نئی روح ولولہ اور جذبہ بیدار ہوا اور اسلامی لشکروں کے ساتھ مختلف معرکوں میں شریک ہوئے۔ محمد بن قاسم کے حملہ سندھ میں بھی یہ لوگ کافی تعداد میں شریک رہے اور سندھ کے علاقہ میں اگر انہیں صلاحیت و ہوش پیدا ہوا۔ اور یہ افغانان ہندوستان میں حکمران رہے۔ افغانوں نے قریب قریب چار سو پچاس سال حکومت کی۔ تفصیل کچھ تذکرہ۔ شہاب الدین محمد غوری ۵۸۸ھ میں دہلی پر قابض ہوا۔ ۳۲ سال حکومت کر کے ۲ شعبان سنہ ۶۰۰ کو وفات پائی۔ اسکے بعد قطب الدین بیک ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ اور لاہور کو دار السلطنت کی حیثیت ملی۔ شاہی قلعہ لاہور اور جامع مسجد جو بالکل آٹھ سو سال سے ہیں انکی تعمیر اس نے ہی شروع کی۔ سنہ ۶۱۰ھ میں وفات پائی اور لاہور میں دفن ہوا۔ اسکے بعد اس کا بیٹا رام شاہ ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ پھر شمس الدین التمش جو قطب الدین کا داماد تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ بنا اور شمس الدین کے بعد کن الدین فیروز شاہ تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد التمش کی بیٹی رضیہ سلطانہ تخت نشین ہوئی۔ بعد رضیہ سلطانہ سلطان کن الدین کا بیٹا بہرام شاہ تخت نشین ہوا بعد علاء الدین پسر سلطان شمس الدین تخت نشین ہوا۔ بعد ہی اس کا بھائی ناصر الدین محمود بادشاہ اور اس کا وزیر غیاث الدین بلبن مقرر ہوا۔ اور سلطان ناصر الدین کے بعد اس کا بیٹا وزیر غیاث الدین بلبن ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ پھر اس کا پوتا سلطان معز الدین کی قیادت میں تخت پر بیٹھا۔ اسکے بعد سلطان جمال الدین فیروز شاہ خلجی شاہ بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھتیجا اور داماد سلطان علاء الدین خلجی سکندر ثانی بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد حالات خراب ہونے کی وجہ سے خسرو شاہ حالات مکرر ہو گئے تو اراکین جرگہ نے ملک غیاث الدین خاں کو تخت پر

ٹھایا۔ اس کا نام ملک غازی الدین تھا اور قبیہ تغلق بن کا کٹر بن غرغشت سے تھا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا محمد تغلق تخت پر بیٹھا اسکے بعد اس کا برادر زردہ یعنی بھتیجا سلطان فیروز شاہ تخت نشین ہوا۔ تقریباً ۳۹ سال حکومت کر کے فوت ہوا۔ اسکے بعد غیاث الدین بن فتح خاں بادشاہ ہوئے۔ اسکے بعد مرلے دربارے ہوئے یوکر بن خفرون بن فیروز شاہ کو تخت پر بیٹھا مگر بعد ہی محمد شاہ بن فیروز شاہ نے تخت پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ بنا اسکے بعد سلطان محمد شاہ کا بیٹا سلطان ہمایوں بادشاہ ہوا۔ پھر اس کا بھائی سلطان ناصر الدین محمود شاہ بن محمد شاہ تخت پر بیٹھا مگر اس کی دور حکومت میں تیمور شاہ نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور محمد شاہ تخت سے رنجرات چھوڑ دیں۔ تیمور پندرہ دن کے بعد دہلی سے واپس ہوئے۔ اسکے جانے سے نظام الدین برہم ہو گیا۔ نصرت شاہ بن فتح خاں بن فیروز شاہ نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور جونپور میں ہمایوں بادشاہ ہوئے۔ چنانچہ کنسٹنٹن پولیسی خرمیہ نصرت شاہ سے قبل خاں لودی نے دہلی پر قبضہ کر کے ہندوستان، دہلی کی سین ہندوستان میں حلقہ قائم تھا جس کے سبب باہر سے غیر فاضل جو تیمور کے ساتھی تھے وہ اپنے آپ کو سید کہتے تھے دہلی پر قابض ہوئے کچھ بعد سلطان بہوں لودی نے اپنے فاضلوں کو متحد کر کے دہلی پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ بنے۔ ہندوستان میں باقی اس کا بھائی اسکی وفات پر اس کا بیٹا سکندر بادشاہ بنا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا برہم لودی بادشاہ بنا۔ جس کے زمانہ میں فاضلوں میں بدقسمتی سے پھوٹ برگی اور سازشوں کا شمار ہو گئے۔ باہمی فتنہ جنگوں میں مبتلا ہوئے جس کے نتیجہ میں باہر سے ہندوستان پر حملہ کیا پانی پت کے مقام پر غلام ہوا۔ وزیر برہم لودی نے رجب سنہ ۸۰۰ بروز جمعہ صبح کے وقت شہر پر یوں ہندوستان پر فاضلوں کی حکومت کا قیام کیا۔ جو تیس سو پچاس سال تک قائم رہی تھی۔ کچھ عرصہ بعد فاضلوں کو موش یا اور متفق ہو کر تیسرا شاہ کو بادشاہ بنایا جس نے ہندوستان سے حکومت چھین لی۔ اور فاضلوں کی حکومت دوبارہ قائم ہوئی اس نے ایک مثالی حکومت کی۔ سین زندی نے وفات کی۔ اس کی وفات پر اس کے بیٹے سیم شاہ نے حکومت لی تو مدت کے سبب اس کی حکومت کامیاب نہ ہو سکی اور فاضلوں میں پھر پھوٹ برگی

وہ متحد نہ ہو سکے اور محل حکمران ہمالیوں کو ۱۵ سال بعد دوبارہ حکومت سنبھالنے کا موقع ملا اور افغان حکومت کا ایک بار پھر خاتمہ ہوا۔

افغان اولیاء

افغانوں کی ہندوستان پر حکومت کے دوران وقتاً فوقتاً کئی علماء مشائخ اور اولیاء کرم ہندوستان میں وارد ہوتے رہے اور اشاعت و تبلیغ کے سبب انہوں نے نمایاں کام کیا۔ جس طرح ذکر کیا جا چکا ہے کہ دہلی کے مقام پر سب سے اول مسجد کی بنیاد شہاب الدین محمد غوری نے رکھی تھی اسی طرح دین اسلام کی شاعت کا کام بھی کی زد میں ہوا۔ اور دین اسلام ان اولیاء کرم کی تبلیغ و اشاعت کی وجہ سے ہندوستان میں پنجاب سے سیکرنگال تک پھیلتا چلا گیا یہ حضرات تقریباً سبھی افغان تھے۔ ادارہ اخبار وطن لاہور نے اس دور کے تمام علماء و مشائخ اور اولیاء کرم کے ان کارناموں کو کتابی شکل میں "افغان اولیاء" کے نام سے دو جلدوں میں شائع کیا تھا۔ ان کی زیادہ تر زیارتیں لاہور، ملتان اور دہلی میں اور باقی ہندوستان کے کوز کوز میں نیز بنگال میں کوئی جگہ ان سے خالی نہیں۔ مثال کے طور پر دو ایک کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

شیخ فرید الدین گنج شکر کا جدِ اعلیٰ فرخ شاہ غوری کابل کے حاکم تھے اسکے پوتے شیخ کمال الدین بن سیدمان سلطان شہاب الدین غوری کے عہد میں کابل سے مستان آئے اور بادشاہ نے قصبہ کھوتول جو ملتان کے قریب ہے غایت کیا اور کمال الدین بن سیدمان نے وہاں سکونت اختیار کی۔ اور فرید الدین یہیں پیدا ہوئے جن کا شجرہ نسب یہ ہے فرید الدین بن کمال الدین بن سیدمان بن فرخ شاہ غوری پاک پٹن میں زیارت ہے وہ ان کی وجہ سے پاک پٹن مشہور ہوا۔

محمد دالاف ثانی۔ شیخ سرہندی کابل، اہل سنت تھے جن کا اصل نام شیخ احمد تھا کابل میں پیدا ہوئے دینی تعلیم انتہائی درجہ تک حاصل کی اور ہندوستان مگر سرہند میں سکونت اختیار

کی۔ سرہندوں کا جھگڑا لگا رہتا تھا۔ تعلیم و تدریس کے علاوہ دین اسلام کی تبلیغ میں ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ یہیں وفات پائی اور دفن ہوئے ان دو حضرات کی زیارتوں پر زکریا بن کاتانا بندھا رہتا ہے۔ درِ ظہر میں شمس مزید کسی تعارف کے محتاج نہیں ہے۔ (از تذکرہ پٹانوں کی، صلیت اور ان کی تاریخ۔ بحوار زبدۃ الخار صنف ۲ د ۲۰۔ مؤلفہ ابو محمد حسن شعری)

بختیار کاکلی۔ آپ کا نام قطب الدین سڑبنی فغان بن احمد موسوی کن دچ علاقہ خراسان پیدا شد سنہ ۷۳۳ھ وفات ۸۳۳ھ ہے۔ آپ مذکورہ بالا شیخ فرید الدین کے پیرو مرشد تھے بادشاہ الشمس کے زمانہ میں دہلی میں رہے تمام عمر دین اسلام کی تبلیغ کے لئے وقف کر دی تھی۔ اقد دہلی میں ہی وفات پا کر مدفون ہوئے۔

انکی نماز جنازہ کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کی نماز وہ پڑھے جو حرام سے ہمیشہ بچا رہا ہو۔ جس نے فرض نماز باجماعت پڑھی ہو اور اس سے پہلے تکیر کبھی نہ چھوٹی ہو اور بھی ہر قسم کے برے عمل و بد فعلی سے پاک ہو۔ چنانچہ سلطان الشمس ن شرائط پر پور سے ترے اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی (تذکرہ تاریخ ابرہیم ٹٹنی، اس سے افغان سہ طہین دہلی کے اعلیٰ اور دین درو کا اندزہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

افغان بنی اسرائیل ہیں

پٹانوں کو بنی اسرائیل کا ایک حصہ ہونے کی روایت بطور انداز میں خواجہ نعمت اللہ کی کتاب مخزن فتویٰ سے شروع ہوتی ہے۔ کچھ حاشیے تین سو سال میں یہ روایت اتنی مقبول ہوئی کہ پشتون قوم کے ہر گوشہ میں اس کے گہرے اثرات مرسم ہو گئے۔ اس کے علاوہ کئی غیر پشتون حضرات نے بھی اس کی حمایت کی ہے یا اس کے مماثل نظریات قائم کئے۔ مثلاً قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد اپنی کتاب "مسیح ہندوستان میں یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے حضرت عیسیٰ سرحد اور مری سے ہوتے ہوئے کشمیر پہنچے تھے۔ اور یہ کہ ان علاقوں میں رہنے والے یہودی سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواجہ خدیو محمد بریلوی نے Jesus in Heaven in earth میں (اس کتاب پر پابندی نہیں ہے) اسی خیال کی پُر زور تردید کی، منسوب نامہ افغانہ نے بھی پٹانوں کو یہودی نسل سے بتایا ہے علاوہ ازیں تاریخ سلاطین سورہہ تذکرۃ الملوک۔ آئین اکبری۔ مراۃ الافغانہ۔ تاریخ شاپان صفویہ ایران۔ شاہجہاں نامہ اور تاریخ احمد شاہی وغیرہ میں بھی افغانوں کو یہودی النسل بیان کیا گیا ہے۔ انیسویں صدی کے متعدد مؤرخین جن میں کئی انگریز بھی شامل ہیں۔ پٹانوں کو بنی اسرائیل کا حصہ ہی ہر کرتے ہیں ان کی نظریات کی اہم بنیاد یہ تھیں کہ جو کچھ تاریخی واقعات سماجی تفصیلات یا روایات متنی ہیں وہ سب اسی جانب اشارہ کرتی ہیں تاریخ افغان کے مترجم علامہ سید عبد القدوس ہاشمی نے اس نظریہ کی پر زور حمایت کی ہے اور اسکے مخالفین پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس دعویٰ سے یہودی علیٰ کو بہت پریشانی ہوئی کیونکہ وہ اپنے علاوہ کسی کو بنی اسرائیل نہیں سمجھتے تھے۔ سوائے انہوں نے افغانوں کو ایرانی ثابت کرنے میں پورا زور لگا دیا۔

افغان کے بنی اسرائیل ہونے کی روایت کی تفصیلات میں کہیں کہیں فردوسی خدایا نظر آتے ہیں۔ لیکن فردوسی واقعات کا خاکہ آج تک کم و بیش وہی ہے جسے مخزن افغانی میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

تقریباً سات سو سال قبل مسیح میں بابل کے حکمران بخت نصر نے شام پر حملہ کیا۔ اور بڑی تباہی پجائی بنی اسرائیل کا قتل عام کیا گیا۔ کچھ لوگ جو وہاں سے جان بچانے میں کامیاب ہوئے ان کا ایک حصہ حجہ میں پناہ گزین ہوا اور بقیہ افراد نے کوہستان غور، فیروز کوہ اور فراسان کا رخ کیا۔ یہاں پہلے یہ پشتون یعنی زاد کھلائے پھر افغان بن ولید کی نسبت سے افغان کے نام سے موسوم ہوئے۔ یہاں ان کے علاوہ اور بھی اقوام سکونت پذیر تھیں جن کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے کے باعث ان کی عبرانی زبان کی شکل بدلتی رہی۔ در سے پشتون کا نام دیا گیا۔

• ایک مشہور یونانی مؤرخ ہیرودوٹس اس قوم کو پکٹوش کے نام سے یاد کرتا ہے۔
• دوسرے یونانی مؤرخ نے ذکر کیا ہے کہ یہ قوم پکت یا پکتن کہلاتی تھی یہی لفظ پشتون کی بنیاد ہے۔

• چند رگیت مورخ کے زمانہ میں انہیں پختوا کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔
• بعض ماہر سائنات کہتے ہیں کہ اریاؤں کا ایک قبیلہ پکھت بخت بن گیا اور بعد میں پختون ہو گیا۔

• پشتون عبرانی یا سریانی لفظ ہے جس کے اصل معنی آزاد شدہ کے ہیں جب یہ قوم آزاد ہو کر کوہستان غور میں آباد ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے بنی اسرائیل کی جگہ پشتون کہلانا شروع کیا۔ لہذا پشتون اسی کا بدلا ہوا غلط ہے۔

• لفظ پشتون کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ملک غور میں پشت کے مقام پر اس قوم کے مویشی اعلیٰ قیس عبد الرشید کی سکونت تھی اسی وجہ سے یہ قوم پشتون کے نام سے مشہور ہوئی۔

• ایک اور روایت کے مطابق چونکہ یہ لوگ پہاڑوں میں رہتے تھے اسی لئے پشتون کہلانے لگے۔ وجہ یہ ہے کہ پشتہ پہاڑی کو کہتے ہیں۔

• سنہ ۱۸۵۸ء میں رومیوں نے یروشلم کو فتح کر کے اسے تباہ و برباد کیا تو جہا وطن ہونے والے قبائل میں بنی اسرائیل تھے۔ "بنی بخت نامی ایک معزز قبیلہ بھی تھا بعد میں جب انہیں دوسرے جہا وطنوں کے ساتھ مشرقی ملکوں میں بسایا گیا تو سارے جہا وطن بنی اسرائیل کو "بنی بخت" کے نام سے یاد کیا گیا اور پشتون کہلائے کچھ دنوں بعد وہ سب اسی نام کے تحت اپنا اور اپنی ذیلی شاخوں کا ذکر کرنے لگے۔

ایک انداز سے کے مطابق سنہ ۱۹۴۰ء میں سرحد کے باہر برصغیر کے مختلف مقامات مثلاً پنجاب، راجپوتانہ، کشمیر، بہٹی، بڑودہ، مدراس، یوپی، سی پٹی، بہار، بنگال، اڑیسہ و آسام نیز برما و دنیا کے دوسرے ممالک جیسے ہنگ کانگ، سنگاپور، تھائی لینڈ، چین و انگلستان وغیرہ میں تقریباً ۱۵ لاکھ پشتون آباد تھے۔ ذیل میں سنہ ۱۹۴۰ء سے پہلے کے قابل ذکر مقامات پر پشتون آبادیوں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

پنجاب میں اس وقت تقریباً ساڑھے تین لاکھ قبائلی پشتون رہتے تھے جن کا تعلق متعدد افغان قبائلی سے تھا انکی اہم آبادیاں مٹان، پور، سیالکوٹ، لدھیانہ، جالندھر، گورداس پور، ہوشیار پور اور ملک میں تھیں۔ لیکن ان کی کچھ نہ کچھ تعداد سبھ کے برصغیر میں پائی جاتی تھی۔

یونانی میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق یونانی اور اس کی ریاستوں میں پانچ لاکھ اسی ہزار (صرف مرد آبادی) پشتون آباد تھے۔ ان میں رام پور کے قریب پانچ ہزار اور کئی بھی شامیں ہیں جو ان پٹھانوں کی اولاد بتائے جاتے ہیں جنہیں روسیہ سرکار فیض اللہ دانی رام پور کے ساتھ ۱۹۳۱ء میں وہاں آباد ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔ میرٹھ ڈویژن میں ان کی تعداد چالیس ہزار سے زیادہ تھی ان کی اکثریت بہار، نوب کے جنوب اور مشرق میں اور مظفر نگر کے مغربی پرگوں میں آباد تھی۔ میرٹھ کے قریب سرحد بائپت، غازی آباد اور باپڑان کے اہم مراکز تھے۔ جبکہ میرٹھ خاص اور اس کے مشرق میں بھی چند پٹھانوں کی بستیوں تھیں۔ جن میں شاہجہان پور ایک پرانی بستی رہی ہے جسے جٹا دیوان عباس خاں نے ۱۹۳۲ء میں آباد کیا تھا (دور شاہجہانی) اس دور شاہجہانی میں کئی شیرانی پٹھان بلند شہر و علی گڑھ میں آباد ہو گئے تھے صوبہ اودھ کے کئی اضلاع میں کئی آبادیاں گیارہویں صدی عیسوی میں قائم ہونے لگی تھیں۔ ہردوئی میں سندھ لارہ سہو کی فوج کے کئی پٹھان آباد ہو گئے تھے۔ ہردوئی میں غوریوں کی بھی ایک بستی تھی ۱۹۵۰ء میں لکھنؤ میں بھی پٹھان آباد ہو گئے تھے۔ اسی طرح اٹھارہویں صدی میں پرتاب گڑھ، بڑا گڑھ، گوٹھ، فرخ آباد، جو بنگس پٹھانوں کا یہ تخت رہا ہے کئی پٹھان بستیوں کا مرکز بن گیا تھا۔ فرخ آباد میں ۱۹۳۱ء میں پٹھانوں کی آبادی بیس ہزار تھی صوبہ وودھ میں ۱۹۳۱ء میں پٹھانوں کی آبادی ایک لاکھ اسی ہزار تھی۔

شیر شاہ سوری کے عہد حکومت میں افغانوں کی تعداد سرحد سے نگرہستان کے مختلف مقامات پر آباد ہو گئی تھیں ان کی نوآبادیاں سرہند، آرد، سہرام، بنارس، مری پور، غازی پور، بکسر، چنار وغیرہ کئی علاقوں میں آباد ہو گئی تھیں۔ بلند شہر میں

۹۶ بستیوں پٹھانوں کی آباد تھیں خورجہ میں ان کی تعداد مانی ہوئی تھی۔ فتح پور میں بھی اس کے کئی قبائل آباد ہیں

۱۹۴۰ء میں تین لاکھ سے زیادہ پٹھان بنگال و بہار میں آباد تھے ان کے خاص مرکز پٹنہ، برودان، اور ڈھاکہ تھے لاکھ میں تقریباً ۱۵ ہزار، فغان رہتے تھے۔

۱۹۴۰ء میں ہی راجپوتانہ میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ پٹھان آباد تھے راجپوتانہ میں ان کی ایک ریاست ٹونک تھی جس کے بانی امیر خان تھے۔ یہاں جہانگیر کے دور میں اس کے علم سے کئی آفریدی خاندان آباد ہو گئے تھے۔

تقیہ بند سے قبل پٹھان تقریباً وسط ہند کے ہر علاقہ میں پائے جاتے تھے۔ لیکن اکثریت گوالیار، بھوپال اور مالوہ میں تھی۔ بھوپال میں پٹھانوں کی ریاست تھی۔ اس کے امیر و بانی دوست محمد خان تھے ۱۹۳۱ء میں گوالیار میں ۵۸ ہزار، بھوپال میں ۳۴ ہزار اور مالوہ میں تقریباً دس ہزار افغان آباد تھے۔

ریاست میدر آباد میں ۱۹۳۵ء سے پہلے تقریباً دو لاکھ پٹھان آباد تھے ۱۹۳۱ء میں جب دیو گڑھی کے راجہ کو تخت سے اتارا گیا اور اس کے پورے علاقہ پر پٹھانوں کا قبضہ ہوا تو پٹھان اس کے پورے علاقہ میں آباد ہو گئے۔

بمبئی اور برودہ میں ان کی تعداد بمبئی میں ایک لاکھ چھتیس ہزار اور برودہ میں ۱۶ ہزار تھی۔ مدراس شہر میں اور صوبہ بھیر میں ۱۹۳۱ء میں پچاس ہزار کے لگ بھگ تھی ریاست میسور میں گیارہ ہزار۔ آسام میں سات ہزار کشمیر میں انیس ہزار اور برہم میں پٹھانوں کی آبادی ۱۹۳۱ء میں تقریباً ۴۱ ہزار تھی۔ ان سب کا تعلق بنی اسرائیل سے رہا ہے اور یہ سب پختون، پشتون، پٹھان تھے۔ پشتون کا شجرہ دیکھیے۔

۱۹۴۶ء کے مسلم کش واقعات

۱۹۴۶ء کے ماہ نومبر میں صوبہ سابق گنگا اشنان کا مید گڑھ مکتیشور میں ہوا۔ گڑھ مکتیشور دریائے گنگا کے غریبی کنارے پر آباد ہے یہ ہندو صاحبان کا تیرتھ استھان ہے ہر ماہ یہاں گنگا پر دوگ اشنان کے لئے پورن ماسی اور لادوں پر اشنان کرنے آتے ہیں اور ماہ کار تک میں ایک بڑا مید گنگا اشنان کے نام سے منعقد ہوتا ہے ۱۹۴۶ء ماہ نومبر کا مہینہ جہاں گڑھ مکتیشور کے لئے تباہی بربادی قتل و غارت گری کا مہینہ تھا۔ وہیں سی بستی شاہجہا پنور کے لئے بھی پریش نیوں نامساعد حالات کا مہینہ ثابت ہوا۔ بستی کے عوام کو مید کے یا تریوں اور ماس کے بعد پولیس کی زیادتیوں سے بہت پریش نیاں اٹھانی پڑیں۔

گڑھ مکتیشور کا قتل عام | گڑھ مکتیشور ہندو مسلمان کی ملی جلی آبادی ہے۔ گنگا کے مغرب میں آباد ہے گنگا کے مشرق میں پہلے ضلع مراد آباد اور اب جوتی باپھوئے نگر کا علاقہ ہے۔ اس آبادی سے دہلی، میرٹھ، مرید آباد، سنبھل حسن پور، میرٹھ کو بذریعہ بس اور دہلی، میرٹھ، مراد آباد سے بذریعہ ریل بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔ گڑھ مکتیشور سے شاہجہا پنور تقریباً ۱۱ میل اور گڑھ مکتیشور سے میرٹھ تقریباً ۴۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ گڑھ مکتیشور میں گنگا کے کنارے ہر سال ماہ کار تک میں گنگا اشنان کا میلہ لگتا ہے۔ جس میں ہر سال لاکھوں کی تعداد میں ہندو اسیب اشنان کرتے ہیں۔

۱۹۴۶ء میں صوبہ بہار کے قصبہ لڈاکھالی میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو چکے تھے جس کی وجہ سے پورے ملک میں فضا مکتہ تھی۔ گنگا اشنان پر آنیوالے ہندو گڑھ مکتیشور کے پُر امن قصبہ کو لڈاکھالی بنانے کی پوری تیاری کر چکے تھے۔ غصیہ پیغام رسانیاں جاری تھیں اور گڑھ مکتیشور کے مسلمانان کے مکانات پر نشانیاں لگادی گئی تھیں تاکہ مسلم گھرانوں کو مکمل طور تباہ کیا جاسکے اور ہندو گھرانے اس کی زد میں بالکل نہ آئیں مسلمانوں

نے اپنے گھروں پر وہ نشانات دیکھ کر نہیں معلوم کی تاثر یا لیکن بعد کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انہوں نے ان نشانات کا مطلب سمجھ بھی یا تھا تب بھی وہ اپنی حفاظت نہ کر سکے۔

جوں جوں گنگا اشنان کا دن قریب آ رہا تھا ہندوؤں کے قفسہ میرٹھ گڑھ روڈ پر گنگا کی جانب رواں تھے چونکہ امن کی فضا لڈاکھالی کے سب کچھ کے بعد مسوم اور ریشہ ہو چکی تھی سوائے مسلمانوں کی بستیوں میں خاص طور پر رت اور ہندوؤں کا نظام شروع ہو چکا تھا شاہجہا پنور ٹھانوں کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ جو اپنے نام کے باغات کے لئے اپنے بسنے والوں کے دم خم اور فنونِ حربی سے واقفیت کی بنا پر اطراف میں مشہور رہی ہے۔ یہاں کے پٹان مرہٹہ دور میں حملہ آور مرہٹوں کو پساکر چکے ہیں اور جنگ زاری میں اپنی خدمات کا صلہ شاہی انعامات کی صورت میں حاصل کر چکے ہیں۔ اس بستی کے مسلمانوں نے جہاں اپنی بستی کی حفاظت کی وہیں قریب کی مسلم آبادی کو بھی تحفظ فرمایا کیا اور گڑھ مکتیشور کی مسلم آبادی کو بچانے وہاں سے نکال کر محفوظ مقامات پر پہنچانے کی کوشش کی۔ قبل عام اتنا منظم تھا کہ گنتی کے چند خوش قسمت ہی اپنی جان بچ سکے ہوں قبل عام شروع ہونے کے قبل ہی گڑھ مکتیشور کے بعد شاہجہا پنور کو تباہ و برباد کرنے کا منصوبہ طے پا چکا تھا۔ چونکہ اس بستی کے بعد اور کوئی آبادی مزاحمت کے قابل نہ رہے گی اور رستہ کی تمام مسلم آبادیوں کو تباہ کرنا مشکل نہ ہوگا۔ مید والے اپنے منصوبہ پر اپنی طاقت کی وجہ سے اتنے نازاں تھے کہ انہیں مسلمانوں نے مٹھی بھر ہونے کے باوجود بڑے لشکروں کے منہ موڑے تھے اور نہ اس ذات پاک کا خیال رہا جو عیم و بصیر ہے جو عزت و ذلت دیتی ہے اور جسے مسلمان اسٹرکتے ہیں۔

گڑھ مکتیشور کا قتل عام ۶ نومبر ۱۹۴۶ء کو شروع ہوا تین دن زور و شور سے قتل و غارت گری جاری رہی گڑھ مکتیشور کے کنوئس اور ناسے مسلمانوں کی لاشوں سے بھر گئے۔ کتے اور کوسے چیل انسانوں کا گوشت کھا کر بیزار ہو گئے۔ مٹی کے قتل کرنے کے لئے کوئی باقی نہ رہی تو ۹ نومبر ۱۹۴۶ء کی آخری شب میں اشنان

سے فارغ ہو کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف لوٹنا شروع کیا۔ چونکہ شاہجہانپور کی بستی سے ہو کر ان کا راستہ گزرتا تھا اور یہ بستی بھی ان کے منصوبہ کا بڑا حصہ تھی اور ان کے لئے نہایت ناپسندیدہ تھی اس لئے خاص دستے ترتیب دیئے گئے جن کا کام سنوڑا کی حفاظت کرنا اور راستہ میں آنے والی ہر مسلمان بستی کا خاتمہ کرنا تھا۔ ترتیب اس طرح تھی کہ بچے عورتیں اور بوڑھے ہیں گاڑیوں میں اور مردان کے دائیں بائیں ان کی حفاظت کے لئے چل رہے تھے۔ سورماؤں کا ایک دستہ ہیں گاڑیوں کے آگے تھا جو تلواروں، برچھوں اور دیگر حربی آلات سے مسلح تھا یہ دستہ میلے سے لوٹنے والے تمام ہندوؤں کی قیادت کر رہا تھا۔ اور اپنے نعروں میں شاہجہانپور کو مٹانے کے الفاظ داکر رہا تھا۔ اور ان کے پیچھے آنے والے اپنے جواب میں سورماؤں کی ہمت افزائی کر رہے تھے۔ ۹ نومبر ۱۹۴۶ء کی صبح ۹ بجے کا وقت تھا کہ بستی والوں کو اس قافلہ کی آمد کی اطلاع ملی کہ میدان سے قریب آگئے ہیں اور اپنے آپ کو ترتیب دیا ہوا ہے اس وقت بستی میں داخل ہونے والے ہر راستہ پر تقریباً آٹھ بڑے کے پہرہ دے رہے تھے باقی مرد تو اپنے کاموں پر جا چکے تھے یا اپنے گھروں میں تھے معرکہ کی ابتدا ان آٹھ افراد کے ساتھ ہوئی جنہوں نے ان سورماؤں کو روکا۔ اور جوں جوں بستی کے مردوں کو اطلاع ملتی رہی موقع پر پہنچتے رہے۔ اور حملہ آوروں کے اس شدید حملہ کو روکا اور حملہ آوروں کو پسپا کر دیا۔ اور سورماؤں کو ٹھکانے لگا دیا۔ اس وقت کا منظر حکمرانوں اور بادشاہوں کی ایک چھوٹی سی جنگ کا نمونہ تھا اس کی شدت کا انہی لوگوں کو علم ہے جو اس میں شریک تھے اس میں اس ہرادل دستہ کے سورماؤں کا پتہ نہ چل سکا کہ وہ کہاں گئے اندازہ کے مطابق کارزار میں موقع پر کام آگئے۔ اور باقی بچنے والے گڑھ مکتیشور کی طرف بدحواس ہو کر بھاگے اس بھاگنے میں بہت بیل گاڑیوں کے نیچے دب کر مارے گئے۔ عینی شاہدین کے بقول بھاگنے والے اتنے خوفزدہ تھے کہ گاڑیاں گیارہ میل تک دوڑتی رہیں اور لوگ مرتے رہے حتیٰ کہ گاڑیاں پھر واپس پہنچ کر گنگا میں گنگا کے دوسری طرف پناہ لینے کے لئے ٹھس ٹھیں اور اس آخری

میں کتنا جانی و مالی نقصان ہوا۔ واللہ اعلم۔

اس قیامت صغریٰ کے بعد میدانوں سے اپنے گھروں کو جانے کے لئے دوسرے راستے اختیار کئے پتہ چلا کہ ان راستوں پر بھی ان پر قیامت گزری۔ اس کے بعد شاہجہانپور کو فوج اور پولیس نے گھیرے میں لے لیا اور اپنی حفاظت میں باقی میلہ کو سڑک سے گزرا۔ دن کے اجاڑے میں یہ لوگ آرام سے گزرتے گئے۔ مگر رات میں کئی جگہ ان پر پھر وہی آفت گزری اور جو مسلمانوں کو مٹانے کا منصوبہ بنا کر نکلے تھے خود مٹتے گئے۔ اس طرح بستی سے میدان کا آخری آدمی بھی گزر گیا اور اس کے بعد بستی میں گرفتاریاں شروع ہوئیں۔ قانونی اسلحہ واپس لے لیا گیا جو گرفتار ہوئے انہیں پولیس کی زیادتیاں سہنی پڑیں۔ اس قتل و غارت گری گڑھ مکتیشور پر اور شاہجہانپور کے ساتھ پر اخبارات نے جو کچھ لکھا وہ ان کی فائلوں میں ہو گا مگر جو کچھ اہل شاہجہانپور گزری وہ ان کو آج تک یاد ہے۔ اللہ اس بستی اور اس بستی والوں کو امان میں رکھے۔ آمین۔

خواجہ افتخار نے جب امرتسر چل رہا تھا لکھنؤ امرتسر کے مابین کے کارناموں کو محفوظ کر دیا تھا۔ اب گڑھ مکتیشور اور شاہجہانپور کے جیلوں کے کارناموں پر نظر ڈالیں۔ میلہ کے پولیس اور فوج کی حفاظت میں گزر جانے کے بعد چونکہ گاؤں میں کافی تعداد میں فوجی اعلیٰ افسران کے آپکا تھا اور ملٹری بھی زیادہ تعداد میں آپکی تھی گاؤں میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا پولیس اور ملٹری ساتھ ساتھ گاؤں میں گھومتی رہی اور گرفتاریاں کرتی رہی۔ گرفتار شدگان میں ۱۔ آدمی تھے نام بنام غور کریں۔

- ۱۔ نذیر قصاب ۲۔ شمشو قصاب ۳۔ اشرف قصاب ۴۔ مہربان قصاب ۵۔ حکیم اللہ قصاب ۶۔ فخر مسدخان پٹھان ۷۔ راجہ زاحمد خان پٹھان ۸۔ محمد حسن خان پٹھان ۹۔ عبدلکیم خان پٹھان ۱۰۔ عبداللہ خان پٹھان ۱۱۔ تہودھو بی ۱۲۔ رمضان جولاہا۔ ۱۳۔ نصر اللہ خان پٹھان ۱۴۔ حبیب اللہ خان پٹھان ۱۵۔ عبداللہ خان پٹھان ۱۶۔ زابد خان پٹھان ۱۷۔ مشتاق احمد خان پٹھان ۱۸۔ آفاق احمد خان پٹھان ۱۹۔ شرف اللہ خان پٹھان

۳۰۔ مسعود احمد خان پٹھان ۲۱۔ اقبال احمد خان پٹھان ۲۲۔ خلیل الرحمن خان پٹھان
 ۲۳۔ زکریا رائے بھاٹ ۲۴۔ لالہ پتلی ۲۵۔ احمد علی خان پٹھان ۲۶۔ قادر دوغان
 پٹھان ۲۷۔ محمد رائے بھاٹ ۲۸۔ طارق احمد خان پٹھان ۲۹۔ جمیل رائے بھاٹ
 ۳۰۔ محمد وسیم رائے بھاٹ ۳۱۔ شادی رنگریز ۳۲۔ امام الدین شیخ ۳۳۔ عبدالباری
 خان پٹھان ۳۴۔ شمس الدین شیخ ۳۵۔ اسماعیل بیوپاری ۳۶۔ محمد رضی بھاٹ ۳۷۔ حنیف
 رنگریز ۳۸۔ اسماعیل شیخ ۳۹۔ سردار شیخ ۴۰۔ ممتاز خان پٹھان ۴۱۔ عبدالواحد خان پٹھان
 ۴۲۔ جمیع بیوپاری ۴۳۔ محمد حسن بہشتی ۴۴۔ ولایت اللہ سی ۴۵۔ انوار احمد پٹھان
 ۴۶۔ ابرار احمد خان پٹھان ۴۷۔ اشفاق احمد پٹھان ۴۸۔ تقان خان پٹھان ۴۹۔ سید پٹھان
 ۵۰۔ حمزہ خان پٹھان ۵۱۔ محمود خان پٹھان ۵۲۔ شہاب الدین شیخ ۵۳۔ اعجاز احمد خان
 پٹھان ۵۴۔ مختار احمد خان پٹھان ۵۵۔ غفور امبیرہ ۵۶۔ کرم الہی خان پٹھان۔
 ۵۷۔ اقبال احمد خان پٹھان ۵۸۔ بندو شیخ ۵۹۔ عرفان محمد پٹھان ۶۰۔ اشرق احمد خان
 پٹھان ۶۱۔ رمضان رنگریز ۶۲۔ شفیق احمد رنگریز ۶۳۔ علی حسن بہشتی ۶۴۔ مولیٰ بخش
 بڑھئی ۶۵۔ اسلام احمد خان پٹھان ۶۶۔ عبدالصبور خان پٹھان ۶۷۔ کاسے وہار ۶۸۔ پرکش
 لوہار ۶۹۔ مقصود احمد خان پٹھان ۷۰۔ حبیب الرحمن خان پٹھان ۷۱۔ نعیم الرحمن خان
 پٹھان ۷۲۔ گل خان پٹھان ۷۳۔ اکرام شرف خان پٹھان ۷۴۔ عبدالعزیز خان پٹھان
 ۷۵۔ اہل خان پٹھان ۷۶۔ محمد عثمان خان پٹھان۔

• یہ ملزمان کی حیثیت سے گرفتار کر کے میرٹھ جیل بھیج دیئے گئے۔

• ان تمام ملزمان کو ۹ نومبر ۱۹۴۶ء کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا۔ گرفتاریوں اور
 خانہ تلاشی کا سلسلہ کئی دن تک چلا اور ملزمان جیل بھیج جاتے رہے۔

• ۲۳ دسمبر ۱۹۴۶ء کو مقدمہ مسٹریس، سی، مسرافرسٹ کلاس مجسٹریٹ میرٹھ
 کی عدالت میں پیش ہوا اور ملزمان پر مندرجہ ذیل چارج لگایا گیا۔

• دفعہ ۳۲ جو سیکشن ۴۹ - ۳۹۵ - ۳۲۳ - ۳۲۲ - اور ۳۲۵ کے ساتھ
 عید کیا گیا اور دفعہ ۳۳ جو سیکشن ۱۴۸ اور ۱۴۹ آئی پی سی کے ساتھ دفعہ

۳۲۵ سیکشن ۱۴۹ اور ۳۲۶ دفعہ ۱۴۹ کے ساتھ، وراسی کے ساتھ دوسرے کیس
 میں دفعہ ۳۰ سیکشن ۱۴۹ سیکشن ۳۹۵ آئی پی سی کے ساتھ اور دفعہ ۳۹۶ آئی
 پی، سی، سیکشن ۱۴۹ اور ۳۲۶ آئی پی سی کے ساتھ لگائی گئی تھیں لہذا مقدمہ
 سیشن سپرد کیا گیا چونکہ مسٹریس، سی، مسرافرسٹ کلاس مجسٹریٹ کے دائرہ اختیار
 میں مقدمہ کی سماعت نہ تھی۔

سیشن جی میں مقدمہ پیش ہوا کارروائی مقدمہ شروع ہوئی گوپان کے
 بیانات ہوئے اور ملزمان کی طرف سے صفائی پیش کی گئی۔ وکلاء فریقین میں بحث ہوئی
 اس کے بعد حکم کی تاریخ لگی اور حکم کے دن مقدمہ سزایاب ہوا۔ اور ملزمان جو میرٹھ جیل میں
 تھے سب کے سب سینٹرل جیل فتح گڑھ ضلع فرخ آباد بھیج دیئے گئے۔ ادھر گاؤں
 کے پیر وکاران مقدمہ نے الزام دہانی کورٹ میں اپیل کی تیری کی۔ اور اپیل دائر کر دی
 گئی۔ اپیل پر ہائی کورٹ نے الزام دہانی کوٹھوت ہوئی اور مقدمہ کے سب ۶ ملزمان باخارج
 طور پر بری ہوئے۔

اس واقعہ سابق پرمیئر کانگریس جناب مولانا اسد اللہ خاں میرٹھ کا مضمون ملاحظہ کریں۔

حضرت مولانا اسد اللہ خاں صاحب

مسابق صدر جمعیت علماء ضلع میرٹھ و سابق ممبر صوبہ کانگریس یو پی

شاہ

شاہنشاہی نو فہم لکھنا افسوسناک سانحہ حقیقت فروری ۱۹۴۷ء

مید گڑھ مکتی شہور کے خونی ڈرامہ کے سلسلہ میں قصبہ شاہنشاہی میں پیش
 آنے والے واقعات کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر نہایت بڑھاپڑھا کر بیان کیا

جہاں ہے جس کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ میرٹھ ضلع کی بند و آبادی کے جذبات کو مشتعل کر کے شاہجہانپور اور ڈاسنہ کے مسلمانوں سے انتقام لیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں متعدد مقامات پر انتقامی چالیں متعقد ہو چکی ہیں جن میں سینکڑوں بند و دیہات کے نمائندہ شریک ہوئے جن میں مسلمانوں سے نیست و نابود کرنے اور تہذیبی مذہب کے لئے مجبور کرنے کی سازشیں ہوئیں اور پھر ان چالوں کو توڑنے کی پکیایت قرار دیا گیا۔

میں نے شاہجہانپور اور ڈاسنہ کے حالات کی پوری پوری تحقیق معلوم کی ہے۔ لیکن دونوں مقامات پر ابتدا میں کے نتائج تین باتوں کے باعث ہوئی۔ جو میلے اور قصبہ گڑھ مکتیشور کے قریب ایک بزرگ مسلمان کو تہ تیغ کرنے کے مال و متاع کو تہہ آشیں کرنے کے بعد واپس پورے ہوئے تھے۔

چونکہ وہ حکومت کے ہر قانون سے آزد ہو ہی چکے تھے۔ خون ان کی گردن پر سو رہا تھا۔ ان کے خون شام، ہم، و برپہ بھی اور خون کے پیاسے تھے۔ جب وہ لشکر فاتح میلہ گڑھ مکتیشور سے پورے ہو کر لوٹا اور گڑھ سے پورے پر آیا۔ تو وہاں اس نے چوہلہ کی مسجد کو شہید کیا۔ اور مسلم دکانوں کو جلایا و وہاں سے اس کے دو حصے ہو گئے ایک حصہ وہلی کی سمت جانے کے لئے باپڑ و رازی آباد کی سڑک پر چلے و وہاں سے تھوڑی دور چل کر مسلمانوں کی دو موٹروں کو فاسق کر دیا اور ان دونوں کے ڈرائیوروں کو اور کلینز کو قتل کر کے "گادی" اور سکے بعد قتل و غارتگری کرتا ہوا آگے چلے اور دوسرے گروہ میرٹھ کی طرف چلے گئے واسطے شاہجہانپور کی سڑک پر چلے اور جب دیروں کا وہ دن ناہیور آیا تو انہوں نے ناہیور کو شاہجہانپور سمجھ کر اپنے دیروں کو قتل کر دیا کہ لے وہی شاہجہانپور ہے یہاں کوئی مسلمان اور کوئی مکان نہ پہنچے پائے اتنے میں فوڑ ناہیور کے بند و آگے بڑھے اور ان کو بتایا کہ یہ شاہجہانپور نہیں ناہیور ہے شاہجہانپور اس سے آگے ہے وہ مقدس یا تری ناہیور کے مسلمانوں کا بھی قتل عام کرنا چاہتے تھے

لیکن ناہیور کے بند ووں نے یہ کہہ کر بچایا کہ یہاں کوئی مسلمان نہیں ہے۔ اور جو تھے وہ تمہاری خبر سن کر یہاں سے بھاگ گئے۔ ان کے علاوہ یہاں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی جنرل سکریٹری محترمہ مس مرد و سارا بانی تشریف لے آئیں یہ یا تری ان پر بھی حملہ آور ہوئے مگر دوسرے لوگوں نے بڑی مشکل سے ان کو بچایا اور کہا کہ یہ تو کانگریس کی جنرل سکریٹری ہیں

غرضیکہ وہاں کے بند ووں نے مشکل تمام اس خونخوار قافلہ کو شاہجہانپور کی طرف رخصت کیا۔ شاہجہانپور کی آبادی تقریباً پانچ ہزار ہے جس میں نصف سے زیادہ مسلم اور نصف سے کم غیر مسلم آبادی ہے اور شاہجہانپور اور ناہیور کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ ہے لیکن شاہجہانپور کا قبہ ناہیور سے نکلنے ہی شروع ہو جاتا ہے ناہیور سے باہر نکل کر یہ لشکر شاہجہانپور کی مورچہ بندی کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور اس کا ایک حصہ سڑک کی دونوں جانب دور تک کھیتوں میں پھیل گیا۔ اور اول اس نے ایک مسلمان بڑھئی کے مکان کو آگ لگائی اور قبرستان کی قبروں اور اس کی مسجد کو نقصان پہنچایا۔ اور پھر کھیتوں میں آگ لگائی اور اسکے دس مسلمان کو قتل کرتا ہوا شاہجہانپور کی طرف بڑھا اور دوسرا گروہ گاؤں کے دائیں بائیں سڑک پر چلنے لگا۔ اس گروہ کے رہنما دو لمبے چوڑے آدمی تھے جن میں سے غالباً ایک سکھ تھا اور دوسرا کوئی مہنت۔ یا سادھو تھا جو ضرورت سے زیادہ بھاری بھر کم تھا دونوں کے ہاتھوں میں برسنہ تلواریں تھیں اور وہ ان کو گھاتے چلے آ رہے تھے۔ اسی شان سے جب یہ گروہ شاہجہانپور کی آبادی کے سامنے آیا تب اس کی فوجی قوتوں میں جوش و جلال کی اسپرٹ حد سے گزر گئی ان دونوں کمانڈروں نے اپنے دیروں کو مل کر کہا "لے دو یہ وہی وہ شاہجہانپور ہے جس کا ذکر میلہ میں تھا۔ اور اس کی اینٹ سے اینٹ بکا دو اور یہ کہہ کر وہ سارے کا سارا لشکر ان چند مسلمان سڑکوں پر لوٹ پڑا جو سڑک کے ایک کنارے آبادی کے قریب محض تماشائی کی حیثیت سے کھڑے تھے جب قصبہ کے مسلمانوں نے شور و غل کی یہ آوازیں سنیں تو وہ سمجھ گئے کہ قصبہ پر حملہ ہو گیا۔ اس وقت نواب زادوں

کی ایک پارٹی نے اپنے جان و مال اور قصبہ کی حفاظت کے لئے آگے بڑھے۔ وراہی جانور کو خطرہ میں ڈال کر اس طرحی لشکر کے سامنے آگئے۔ وہ جانور نے نہ صرف اپنے بچوں کو موت کے منہ سے بچایا بلکہ انہوں نے اس قصبہ کے سینکڑوں باشندگان اور ان کے جان و مال کو تباہی اور بربادی سے بچایا اور ساتھ ہی راستہ کے دیگر مسلم گاؤں کھوڑ وغیرہ ان کی زد سے بچ گئے اور چندی منٹ میں قصبہ پر سے مہیت کے بدل چھٹ گئے اور اس حادثہ میں ۴ مسلمان اور ۲۵ ہندو ویردوں نے سرفراخت اختیار کی۔ بقیہ لشکر نے جب یہ دیکھ کہ یہاں تو معاملہ میسے ورگڑھ سے مختلف ہے تو وہ اسٹہ پیروں لوٹ گئے اور پھر مسڑی کی حفاظت سے نہایت خاموشی سے گذر گئے۔ یہ حقائق صاف بتا رہے ہیں کہ قصبہ گڑھ کے بعد شاہجہانپور کی صدیوں پرانی تاریخ وراس کی تہذیب کو فنا کرنے کی مکمل سازش ہو چکی تھی اور یہ محض خدا کی قدرت تھی کہ اتنی بڑی سازش کو کھوڑ سے نوجوانوں نے اپنی دلیری اور ہندوؤں کے یک یاد وفائے کے دہشت سے ختم کر دیا۔

شاہجہانپور کے حادثہ کی یہ حقیقت ہے لیکن حق و انسانیت سے دور رہنے والے حیوانیت و بربریت کی حمایت کرنے والے اس حقیقت کو جس قدر چاہیں مبالغہ بازی اور افسانہ طرازی سے بیان کریں۔ ان کو روکنے والا کون ہے باوجود اس کے کہ شاہجہانپور کے تمام اسٹہ حکومت نے لے لئے اور ۷۶ مسلمانوں کو قید کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا۔ مگر پھر بھی لوگوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔ مگر دوسری طرف ایک ہزار مسلمانوں کو قتل و غارت اور ان کے مال و متاع کو برباد کرنے والوں کو جسک وہ حکومت کی پولیس اور فوج کے زیر سایہ و حشیانہ کھیل کھیل رہے تھے ان کو اس فعل سے روکنے کے لئے نہ کوئی فائر کیا گیا اور نہ ہی ان کو گرفتار کیا گیا۔ ان مقدس باتریوں نے نہایت بیباکی کے ساتھ تین روز متواتر یہ اہم ترین خوبی ڈرامہ کھیل مگر جید کانگریسی ہندوؤں یا غیر کانگریسی ہندوؤں کے لب کی مہر سکوت نہ ٹوٹی۔ لیکن باپوؤں کے دولاکھ کے جرمانہ سے میرٹھ میں بلیں بچ گئی۔ وراس کے خلاف ظہار نفرت کیا جانے لگا اور

جرمانہ کی عدم ادائیگی کی سفارش کے لئے جی ویر پاس ہونے لگیں اور کانگریس کی جانب سے تحقیقاتی کمیٹی بننے لگیں۔

گویا اس طرح نہ صرف عام ہندو جید کانگریسی ہندو بھی باپوؤں کے امن و امان کو منظم طور پر تباہ اور مسلمانوں کے جان و مال کو برباد کرنے والوں کی کھل کر حمایت کرنے کے واسطے کانگریس کے پیٹ فارم پر جمع ہو گئے اس تمام کارروائی کا مقصد صاف یہ ہوا کہ میڈیگاشن قصبہ گڑھ برسان۔ ندر گڑھی و تبھوا اور باپوؤں وغیرہ مقامات پر ہندوؤں نے جو بے دریغ قتل عام و غارت گری کی وہ سب درست اور ٹھیک اسلئے کہ اس کے کرنے والے ہندو ویر تھے اور شاہجہانپور میں اہل قصبہ نے اپنی عزت و ناموس اور اپنی جان و مال کے لئے بطور استحقاق حفاظت خود اختیار کی مقابلہ کیا اور گڑھ مکتیشور ہر سادان و اندر گڑھی وغیرہ کی تاریک ترین تاریخ کو دہرانے کا موقع نہ دیا وہ سب کے سب مجرم اور قاتل گردن زدنی۔ اسلئے کہ وہ سب مسلمان ہیں ان کی ہندوئیں بھی ضبط کر لی جائیں ان پر جرمانے کر آئے جائیں ان سب کو قید خانوں میں بند کر دیا جائے اور ہندوؤں کو موقع دیا جائے کہ وہ گنگا ورمنا کے درمیان رہنے والے ویروں کو جمع کر کے لائیں اور شاہجہانپور و ڈاسن کی اینٹ سے اینٹ بجادیں اور ان کے اہل و عیال کو قتل کر دیں اور مال غنیمت سمجھیں۔

میں اپنے کانگریسی ہندو دوستوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ سچ ست و ہند اور انصاف کا راگ گانے والے کہاں ہیں۔ بتیچارہ و رہے انصافی کا ماتم کرنے والے کون سے لوگ میں جا چھپے ہیں۔ کی عارضی حکومت کے ہی شہ نے دماغی توازن اس درجہ کھو دیا کہ کل حکومت کی جو چیزیں بری لگتی تھیں وہ سب آج ہی اچھی لگنے لگی۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ ابھی آپ حضرت حق و انصاف کا خون نہ بہائیں اپنے دماغی توازن کو قلم رکھیں اور جہان آزادی میں اندر ہی اندر تار پیڑ و نہ ماریں نہ جمل مراد پر پہنچنے کے بعد ہم آپ کی حسب خواہش فیصلہ کریں گے۔ اسلئے برہمہ کرا ابھی اپنے ویروں کو کسی محفوظ مقام یا کسی اناکھ آشرم میں باندھ رکھیں تاکہ ملک

کی نہ ہر ملی فضا جلد از جلد صاف ہو جائے۔

محمد اسد اللہ خان غفرلہ

سابق صدر عیسائی اعلیٰ عدالت و سابق کمرہ صوبہ کراچی میٹرو

ذکر جناب دیوان عباس خان صاحب

نقل از تحریر ڈاکٹر عبد الباقی خان

مورث احمدی جناب دیوان عباس خان قوم بتان در زکریا خیل علاقہ مانڈی
موضع سرخ ملک افغانستان کے قندھار شہر کے بزرگ آخری عہد شہنشاہ کبر
میں بعہد کرنیل فوج میں ملازم تھے اور فوراً جنگ دکن پر روانہ ہوئے اثنائے راہ
میں واقعہ یہ پیش آیا کہ جو دھپور کے راجہ کی لڑکی کسی دھن کے راجہ سے بیاہی گئی
تھی راجہ کی عمر اس وقت اٹھ سال اور رانی جو دھپائی ۱۸ سال کی تھیں۔ ڈولہ پر
ڈاکوؤں نے حملہ کیا۔ کرنیل عباس خان نے بھی ڈاکوؤں سے مقابلہ کیا۔ ڈاکوؤں
کا سردار کرنیل صاحب کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ان کا سامان بحفاظت سرکاری خزانہ
میں جمع کرایا گیا۔ اور بخیریت تمام رانی جو دھپائی شہر کے یہاں پہنچائی گئیں۔ دربار
اکبری سے تھے اور سردار ڈاکو کا بزرگھوڑا بطور انعام کرنیل صاحب عباس خان کو ملا۔
اور اختتام مہم ۵ سال کے بعد جب لشکر عباس خان حوالی مرہٹوں کے اسی قلعہ
ریاست کے قریب آیا تو قلعہ سے ایک جلوس ڈھول باجے کے ساتھ گذر رہا ہوا ملا۔
تحقیق پر معلوم ہوا کہ فرماں روا کے ریاست مہم ۱۳ سال مر گئے۔ رانی سستی ہونے جارہی
ہے اسوقت یہ قانون تھا کہ عورت اگر بخوشی ہو تو اجازت تھی ورنہ جبریہ میں سرکاری
قانون کے خلاف جرم تھا کرنیل عباس خان نے دریافت کیا کہ آپ بخوشی سستی ہوتی ہیں؟

رانی نے جواب میں کہا آپ میرے محسن ہیں ڈاکوؤں سے آپ کے طفیل رہائی غیب
ہوئی راجہ صاحب مہم ۱۳ سال مر گئے۔ مذہب کے مطابق میرے جسم سے لکھ سے
برہمن میرے طوائف و عورتوں کی زیورات کے مالک ہیں۔ سر پر ہوں نے ہی جواب دیا
کہ راجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر تم بخوشی سستی نہیں ہونا چاہتیں تو یہ وقت غنیمت
سے آؤ میں تمہاری حالت یاد رکھتا ہوں۔ پناہ دے گا کہ کرنیل صاحب نے تلوار
نہاں کی اور اس کو اپنے گھوڑے پر باندھ لیا۔ میں نے یہ تصور اپنی نظر سے بھی ہے۔
رانی پڑھ سے پیٹ فی اور انہوں نے گھوڑے کی ہانگ لگا کر اپنے لشکر میں دم دیا۔
اور راجہ در لوت دئی اسے۔ راجہ صاحب کے یہاں دربار کبری سے ہوتا تھا۔ وہاں کی
گفتگوں در شاہ جہاں سے، قاعدہ شادی ہوئی ان کے جن سے شاہ جہاں پیدا ہوئے
کرنیل صاحب دیوان ہوئے دربار سے عہد شاہ جہاں میں حد مصروف ہوتے شاہ جہاں
میں اگر اقامت پذیر ہوئے اور جب شہزادہ ورنہ راجہ صاحب و شاہ جہاں کی جنگ ہوئی
تو دربار سے بھل میں مقیم ہوئے اس وقت ان کی عورت دربار سے بھاگ کر داراشکوہ
نے ملو کر رست جب بھوڑو ورنہ راجہ صاحب میں دھن ہوئی اور ان کی جنگ کے
فرزند دوات خان مدرام ہیں ہوئے عباس خان کے بیٹے دوست خان سے شاہ جہاں پور
آباد ہوا۔ عباس خان کے چچا بیٹے تھے۔ دوست خان۔ جنید خان۔ محمد خان۔ محمود خان
دوست خان سے شاہ جہاں پور آباد ہوا۔ تمام زمینداران شاہ جہاں پور انہیں کی وادے
ہیں۔ جنید خان سے موضع ناہور کے فغان ہیں ہر دو میں رشتہ قرابت ہوتی ہے
محمد خان صاحب صوبہ بہار میں دیون بن کر گئے۔ ان کی ولادت ہمارا راجہ میں ہے۔ ان
سے بیٹے خان عہدہ خان کی شادی مشاہد مکھوئی بی دھند دوات خان سے ہوئی۔
مکھوئی بی راجہ خان وناہور خان اور رحمت خان کی بشیرہ تھیں۔ عبداللہ خان دیون ہوئے
اور آباد میلے سننے کی ولادت کے متعلق صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔ محمد دربار
میں دربار میں چوتھے محمود خان تھے یہ اپنے چچا سید محمد خان کے یہاں ملے تھے
چونکہ خود بخش تھی کہ شادی دوست خان سے ہو۔ سپردہ نہ رہی ہو کر بڑا شاہ جہاں پور

چلے گئے تھے کچھ عرصہ کے بعد ان کے پوتے قادر واد خان شاہجہانپور میں آئے
ان کی اولاد شاہجہانپور میں ہے باہم رشتہ قرابت بھی ہے مگر مثل اولاد محمد خان کے
وہ بھی زمیںدار نہیں۔

مجھے اس تحریر پر زیادہ اختلاف ہے کئی جگہ حقیقت و واقعات کے خلاف مضمون
ہے چونکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی تحریر کی نقل ہے اسلئے ہو ہو لکھا گیا ہے اور وجہ باوجود
اختلاف کے سنی کا واقعہ جو اصل ہے بیان کرنا مقصود تھا مگر حقائق یہ نہیں جو اس تحریر

میں بیان کئے گئے ہیں۔ اصلیت *Tales of Indian Ceratlogy* از
Meccalled Macmilan کی کتاب *The star of India* کے اقتباس سے ملا خط کریں
میکالڈ میکمین انگریز مورخ لکھتا ہے تقریباً تین سو سال پہلے مغلوں

کا ایک لشکر جو دوسو جوانوں پر مشتمل تھا۔ راجپوتانہ کی سرحد پر اکبر کی فوج میں شامل ہونے
کے لئے گزر رہا تھا جو گجرات کی فتح کے لئے روانہ کیا گیا تھا۔ ان کے ہمکدرا سلم
اور لباس وغیرہ سورج کے غروب ہونے کے وقت سورج کی شعاعوں میں چمکتے
رہے تھے وہ دوہری تلواروں، ڈھالوں اور نیزوں نیز ہمدہ دردی میں ملبوس تھے۔

تمام فوج شاندار طریقے پر مسلح کی گئی تھی ان کے لباس اور اسلحہ کو دیکھنے سے
لگتا تھا کہ لشکر ابھی اپنے قیام گاہ سے بہت دور نہیں گیا ہے اور اصلیت یہ تھی کہ
عباس خان ایک مغل سردار کا وارث تھا اور لشکر کی ترتیب سے واقف تھا۔ جس نے
ابھی دو پہر بعد جنگ کے لئے کوچ کیا تھا۔

عباس ایک خوبصورت دراز قد پر وقار نوجوان تھا۔ جو جو شس بھرے خیالات
میں مگن ایک شہزادہ معلوم ہو رہا تھا ابھی تھوڑا سا ہی سفر طے کیا تھا کہ مختلف حالات
سامنے آ رہے تھے۔ اور عباس خاں کے لشکر کو پیش آ رہے تھے۔ دوسرا ایک مجمع ایک
پر سکون ماحول میں ایک ہندو دہن کو اسکی سرال لئے جا رہا تھا۔ وہ ایک آراستہ
ڈولی میں بحفاظت راہگیروں و دیگر لوگوں کی نظروں سے بچا کر لے جانی جا رہی تھی
صرف نظروں بلکہ صاف ہوا اور قدرتی مناظر سے بھی بے بہرہ اس کے لئے



مورث اعلیٰ دیوان عباس خاں
تلسی بانی کوستی سے بچاتے ہوئے

گھر لے جایا جا رہا تھا۔

سورج چھپنے کے بعد جیسے ہی یہ قافلہ دریائے روہتی کے کنارے گزر رہا تھا جہاں بندوؤں کا ایک مرگھٹ تھا۔ ایک ڈاکوؤں کا گروہ اس پر لوٹ پڑا۔ اور ایک مصیبت ان راجپوتوں پر آپڑی جو اس نئی دہن کی حفاظت کیلئے محافظ کی حیثیت سے ڈولی کے ساتھ تھے ڈاکوؤں نے ڈولی پر قبضہ کر لیا ان گستاخوں نے ڈولی کو کھولا اور اس بڑی کو باہر نکال لیا۔

تلسی بائی نے ان وحشیوں کو غور سے دیکھا اور اس خطرہ کو محسوس کیا جس نے اسکو گھیر لیا تھا وہ نو عمر بڑی جس کی عمر صرف پندرہ سال تھی اور جس نے اپنے گھر میں بہت آرام و سائش سے غیر معمولی توجہ میں پرورش پائی تھی پریشانیوں اور خطروں سے محفوظ رہی تھی اس وقت خوف سے کانپ رہی تھی کہ جو قزاقوں کے زبڑے میں اس کو نظر آ رہا تھا اور جس کو اس نے ان کہانیوں کی کڑی سمجھا جو اس نے بد روحوں کے سلسلے میں سن رکھی تھیں اور خیال کیا کہ یہ اس کی اہلیت ہے۔

اگر اس کی خوبصورتی ان کو ابھاسکتی تو ان وحشیوں کو بھانے کے لئے اس کی حیثیت کافی تھی کہ ان کو رحم آجائے لیکن انہوں نے اس کو سختی سے اپنے زیورات اتار کر ان کو دینے کو کہا کہ جن سے اس کو آراستہ کیا تھا شدید خوف کی وجہ سے وہ کاپ گئی کہ نافرمانی کرے اس نے اپنی کانپتی انگلیوں سے ان تمام زیورات کو اتارنے کی کوشش کی جو اس کی ناک، کانوں، گلے اور سونے کے کڑے جو اس کے ہاتھوں شنتوں اور کلائیوں میں تھے۔

اسی اثناء کہ ناپاک ہاتھ جو اسے نہ صرف زیورات بلکہ قیمتی لباس جو اس نے پہنا ہوا تھا اسے بھی محروم کرنا چاہتے تھے کہ عباس خان اور ان کے ساتھی نمودار ہوئے ڈاکوؤں کو متاثر کرنا ان بیس آدمیوں سے ممکن نہ تھا جو مغل لشکر کے تھے۔

تلسی بائی مایوسی کی حالت میں زمین پر بیٹھی رہی اور ہمشکل جان سکی کہ وہ ان قزاقوں سے بچالی گئی ہے جنہوں نے اسے گھیر لیا تھا اس کا چہرہ چمک اٹھا

جب اسے معلوم ہوا کہ بچا ہے والا آپہنچا ہے یہ یقیناً بجانب اللہ ہے اس نے کبھی ایسا خوبصورت اور نوجوان نہیں دیکھا تھا جیسا یہ نوجوان سپاہی تھا اور نہ ہی اس نے کبھی ایسی خوبصورت چیز دیکھی تھی جیسی تلسی بائی جو ان قزاقوں کی ہدایت پر وہاں بیٹھی تھی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

اس نے اپنے طور پر اس کو پیار کیا اور اس کو احتیاط سے اس کی ڈولی میں بٹھایا اور برے خیالات اس کے دل میں آئے کہ وہ اس کو اس کے باپ کے بجائے خود سے جلائے لیکن فوراً اسے اپنے فرائض یاد آئے جو اس کے شہنشاہ کے ساتھ جس کا وہ نوکر تھا۔ اور سپاہی تھا اور اس کی پیاری محبوبہ تلسو بہائی ہوئی بڑی کی تیزی سے ہونے والی دماغی الجھنوں کے بعد تلسی بائی کو اس کے محافظوں کے پاس پایا جہاں وہ چھپے ہوئے تھے اور اس نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا جو اسکے دل کی آواز تھی۔

عباس خان نے تلسی بائی کے حفاظتی دستہ پر نظر رکھی جب تک وہ اپنی سسرال میں پہنچی وہ اسکے ساتھ رہا حالانکہ وہ اسے پھر نہ دیکھ پایا۔ لیکن وہ عباس خان کو اپنی ڈولی کے پردوں سے دیکھتی رہی۔

آخر کار وہ اس جگہ پہنچی جہاں سے انہیں ہمیشہ کے لئے جدا ہونا تھا۔ عباس خان نے رنجیدہ لہجہ میں رخصت کیا اس نے خلافت قاعدہ اپنی ڈولی کا پردہ ہٹایا۔ اور اپنے محافظ کے ہاتھ میں ایک ہنیر سے کی انگوٹھی پہنائی۔ ان کی آنکھیں آخری بار ملیں جن میں گہرا انداز تھا اور پیار کے ساتھ مایوسی تھی۔ یقیناً اسے اس حرکت کیسے ڈانٹ ڈپٹ کی گئی ہوگی لیکن یہ ڈانٹ ڈپٹ اس کے دل سے اس کے نوجوان رہائی دہندہ کو نہ نکال سکی کہ اس کی شادی اس سے ہوئی ہوئی اور وہ ایک اچھی بیوی اور ایک اچھی ماں اس ہندو گھرانے کی ہوتی لیکن اب اسکی خوبصورت اور پیاری یادگار صرف اور صرف وہ جنبی تھا اور عباس خان بھی نہیں بھلا پائیں گے کہ اس کا پسیر جنگ و جدل میں تلسی بائی رہی وہ کٹر اس پاک و صاف ہندو لڑکی کے بارے میں سوچا کرتا تھا جسے اس نے ڈاکوؤں سے بچایا تھا۔

ایک سال گزر چکا تھا اور عباس خان اسی راستے سے ایک بار پھر دریائے روہی کے کنارے سے گزر رہے تھے وہ ایک عرب نسل کے بہترین گھوڑے پر سوار تھے جو انہوں نے ایک بڑی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے لئے پسند کیا تھا۔ ان کے اسلحہ اور سامان آج بھی پہلے کی طرح چمک رہے تھے لیکن ان پر بہت سے نشانات تلواروں اور نیزوں کے تھے جو اس گزرے ہوئے سال میں جنگ میں آئے تھے اور اس بہادر نوجوان نے جنگ میں کھائے تھے۔

جنگ اب ختم ہو چکی تھی اور عباس خان اپنے قدیم گھر کو لوٹ رہے تھے۔ ان کے باپ ان کی عدم موجودگی میں فوت ہو چکے تھے اس کا اندر نہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر رنجیدہ ہوں گے جیسے ہی انہیں اس تنہائی کا خیال آیا اور اپنے گھر کا بھی ساتھ ہی اس پاکیزہ چیز کا بھی جوا انہوں نے اسی جگہ رکھی تھی اور ہمیشہ کے لئے بھدایا تھا ان کے دل میں خیالات آئے کہ وہ اس دنیا میں اپنی پیاری یادوں کے ساتھ زندہ رہتے۔

اپنی غمگین آنکھوں سے انہوں نے ایک ہندو قافلہ کو ایک ہندو رتھی (میت) کے ساتھ دیکھا جو مردہ جلدانے والے گھاٹ کی طرف جا رہا تھا ایک بڑی جماعت دوستوں رشتہ داروں کی اس کے ساتھ تھی جو ایک بڑے کی رتھی لے جا رہے تھے ایک بیماری جو اس قافلہ کے آگے تیزی سے جا رہا تھا اور ایک مٹی کے گھرے میں آگ لئے ہوئے تھا جو چتا میں آگ لگانے کے لئے تھی اس قافلہ میں دو گھوڑے تھے ایک ڈھول والے کے ساتھ اور دوسرے پر ایک سوار تھا جو لپٹا ہوا جھنڈا لئے ہوئے تھا۔

جیسے ہی مجمع شمسان گھاٹ پہنچا بات صاف ہو گئی کہ سستی کی رسم ہونے والی ہے۔ ایک عورت ارستھی کے پاس کھڑی تھی جو یقیناً مرنے والے کی بیوی تھی۔ درانظر کر رہی تھی اس ارستھی کے ساتھ جلدائے جانے کا۔ شہنشاہ اکبر اس بیہودہ رسم کا سخت مخالفت تھا اور اس نے وہ سب کیا جو اس بیہودہ رسم سے بچانے کے لئے کیا جاسکتا تھا اور حکم دے رکھا تھا کہ کوئی بھی بیوی اس طرح قربان نہیں کی جائے گی۔ جب تک اس کی خودخواہش نہ ہو۔

عباس خان کو فوراً احساس ہو کہ اس جگہ شہنشاہ کے حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اس لئے وہ اُسے خرامی سے رتھی کے پاس گیا جہاں برہمنوں نے اس کو مبارکباد دی۔ اس کے جذبات بیان سے باہر تھے جب سے یہ معلوم ہو کہ یہ عورت جو جس کی جانے والی ہے تھی ہائی ہے تھی بانی ماسوہہ یہ سالہ لڑکا تھا اور وہ اس پر مہربان تھی اسے روہ س کو تیار کرتا تھا کہ اپنی بہنوں کو بھی نہیں اور اپنی دو اہلیں کسی اور سے نہیں رہتا تھا۔ آخر کار بخیر نے اس پر قہر پائیا اور وہ مر گیا۔

نوجوان روہ کو اپنی زندگی کی کوئی امید باقی نہ تھی مذہبی قوتوں سے دوسری شادی کرنے سے روکتے تھے اگر وہ ایسا کرنا چاہتے۔ برہمنوں نے اس سے کہا کہ اپنے شوہر کے لئے مرنے سے بچنا نہ غلط ہوگا۔ سننے والے کی مرضی پر رخصت ہو گئی تھی جدی نے عباس سے درتخلف اسے اس نافرمانی کو زندگی کی وجہ سے سزا دے دی۔ اس نے اپنی قربانی دیے کی اجازت دے دی اور اس سخت موت کے لئے تیار ہو گئی جو ایک ہندو عورت پر شوہر کے لئے رتی ہے۔ در آخر کی بار اپنے زہر لوارت پہننے ہوئے اس جگہ کھڑی ہو گئی جہاں وہ لپٹی ہوئی تھی اس کے مرنے کے بعد اس کی رکھ سے زہر لوارت نکالنا چاہتے تھے۔ جیسے ہی عباس خان نے س کو دیکھا وہ بے جان پتھر کی صورتی نظر آئی سین جب اس نے نہیں دیکھا جس کو دوبارہ دیکھنے کی امید نہ تھی اس کی رگوں میں پھر خون دوڑنے لگا اور تہہ سے اظہار ہوا۔ اور اس کی چھاتی میں مسرہ جاکر اور احساس ہوا کہ وہ اس جوان عورت میں رنجیدہ تھی جو کبھی سوچ کی خوشنواہر کسی نہ دیکھ پاتی۔

عباس خان اس کی طرف بڑھے اور اس کی بد قسمتی اور وہاں کے نظم و نسق پر غور کیا اس کی چاری در ایک سال قبل کی ملاقات کا خیال آیا جس ایک سال نے ایک خوبصورت جادو پھر کی تو ایک خوبصورت عورت میں بدل دیا تھا وہ عادات کو فوراً سمجھ لئے اور گھوڑے پر چڑھے ہوئے صبح بھاری کے پاس پہنچے اور سے بددلیا کہ شہنشاہ کا قہر سستی ہونے لگا رہا ہے جب تک کہ سستی ہونے کی خود

اسکے لئے تیار نہ ہو۔ آپ خود معلوم کر لیں برہمن نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ ایک بڑی ہونے کی حیثیت سے کہ وہ اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جھے۔

عباس خان نوجوان بیوہ کی طرف آئے اور کب شہنشاہ اجازت نہیں دیتا۔ اس قربانی کی جب تک اس کی اپنی خواہش نہ ہو مجھ تاؤ کہ یہ تمہاری آزادانہ رائے ہے نہ مزہا ہتی ہو۔ ان الفاظ سے اس پریشان حال بڑی کی زندہ رہنے کی خواہش اور بڑی اور اپنے ہاتھ نوجوان سپاہی کی طرف بڑھا کر چلائی۔ میرے اقامت نے ایک بار مجھے بے بھی بچایا آہ۔۔۔ اب بھی بھاؤ گر بچا سکتے ہو لیکن نہیں میری مدد کرنے کی کوشش کرو یہ س سے نہ رض ہوں گے اور تم کو میرے سامنے ہاک کر دیں گے اور تم راؤ باز رکھو اس جگہ سے جہد نہ جہد دور ہو جاؤ۔ مجھے اپنی قسمت پر چھوڑ دو۔

تلسی بانی کی مدد کی درخواست سنکر برہمنوں نے اپنے آپ کو جت کی لکڑی سے مسلح کر لیا اور طے کر لیا کہ اگر جنہی نے مداخلت کی تو وہ اس پر حملہ کر دیں گے یہ دیکھ کر عباس خان نے پنا گھوڑا تلسی بانی کے نزدیک تر کر دیا اور کہا کہ اگر میں گھوڑے پر سے اترا تو ہم دونوں مارے جائیں گے۔ میرے رکاب میں بیٹھ کر گھوڑے پر بھاؤ۔ میرے دایسے ہاتھ کی طرف میرے پیچھے تم محفوظ رہو گی۔ بہادر راجپوت لڑکی سننے ایسا ہی کیا جیسا کہا گیا تھا۔ اور عباس خان کے لمبے مضبوط ہاتھوں سے مدد حاصل کی۔ اور گھوڑے کی کمر پر سو رہو گئی۔ عباس نے اپنے گھوڑے کا منہ وقت جنگ کے لئے کھلی ناراض جمع کو حیرت سے ہونے اپنے بڑاؤ کی طرف موڑ دیا۔

جب وہ اس طرح اس جنگ کی جگہ سے بچ گئے تو ایک نیا خطرہ ان کا انتظار کر رہا تھا۔ دور راجپوت جوان گھوڑوں پر سوار حفاظت کر رہے تھے انہوں نے قریب میں دیکھا کو دیکھ لیکن دور تھے کہ عباس خان کو روک سکتے۔ تلسی بانی کو اپنے گھوڑے پر سے جھانسنے سے بد قسمتی سے وہ اس سڑک پر بڑھ گئے جو عباس خان کے بڑاؤ کی طرف منسوب تھی اور محافظ جوانوں کو روکنے کا راہ کر لیا اب دیر کرنے کا وقت نہ تھا۔ عباس خان نے تلسی بانی سے اپنا ہاتھ توار والے ہاتھ سے بٹانے کے لئے لے لیا اور اپنی

بیٹی کو مضبوطی سے پکڑنے کو کہا تب انہوں نے دشمنوں پر حملہ کیا جیسے ہی وہ قریب آئے ایک ہاتھ ڈھال پر پڑا۔ اور دوسرا اس کے ہیلٹ پر وہ اسے روک نہ پائے انہوں نے دشمنوں پر حملہ کر کے ان کو بھگایا وہ ان کا پیچھا کرنے سے گھبرائے۔ تھوڑی دیر میں وہ اسے اس کے باپ کے گھر لے آئے۔ جہاں کچھ عرصہ بعد وہ راجپوت لڑکی بیاہی گئی تلسی بانی کا باپ آسانی سے تیار ہو گیا کیونکہ وہ اسے بچا نہیں سکا تھا اور اس کی بیٹی اس کو بہت پیاری تھی اور اس کے دل میں خواہش تھی کہ اپنی بیٹی کو اسس محبوبہ سے بچائے جو ہندوستانی بیواؤں پر گزرتی ہے۔ اور جو اپنے شوہر کے مرنے پر جلائی جاتی ہیں۔ جب مس خان نے پہلے ہی جنگ میں اپنی بہادری اور جنگی کارناموں سے شہنشاہ اکبر کا دل جیت لیا تھا۔ اور یقیناً اس واقعہ میں بھی جوستی ہونے سے پیدا تھا اور ایک راجپوت بیوی سے شادی کرنے سے ان دونوں وجوہات سے انہوں نے اپنے آپ کو اکبر کی شادی میں شامل کر لیا اور شہنشاہ اکبر کی ہمدردیاں حاصل کر لی تھیں جن کا کہ بہت مغل سردار کوشاں تھے اس کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے شہنشاہ کی مرضی سے بہت سے تمغات حاصل کئے اور اس وقت ایک بڑے جنرل بنائے گئے اور زیادہ قابل یقین درباری۔

تذکرہ جناب نادر خان نبیرہ مورث اعلیٰ

جناب نادر خان مورث اعلیٰ جناب دیوان محمد عباس خان کے پوتے اور جناب دیوان دوست خان کے بیٹے تھے۔ جناب رحمت خان اور جناب رحیم خان کے بھائی تھے مغل امراء کے دور میں جناب نادر خان تین ہزار ایک سوار کے منصب پر تھے۔ اور شاہجہان پور سے دہلی منتقل ہو گئے تھے اور سکونت اختیار کر کے کوچہ نادر خان آباد کیا تھا جو آج بھی کوچہ نادر خان کے نام سے آباد ہے۔

ناہر خان کو ورنگ زیب عالمگیر شاہ ہند کی جانب سے شہر بیان کا خطاب عطا ہوا تھا جو ۱۶۵۷ء تک قائم رہا۔ اس کے بعد ورنگ زیب نے ان کو بدایوں منتقل کر دیا ۱۶۳۹ء بمطابق ۱۰۴۸ھ میں جناب محمد عبدالکیم خاں صاحب نے ایک کتاب جہن نیازہ یعنی ترجمہ نماز لکھی۔ اپنی کتاب میں تعارف کے عنوان سے لکھا۔

تعارف

اَللّٰهُ لَا يُوَاہِدُہٗ الشَّرِّۃُ لِعِزَّتِہٖ جَلَّ جَدُّہٗ کَا رِشَابِہٖ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، وَجَعَلْنَا کُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَاۤئِلَ لِتَعَارَفُوْا (سورہ حجرات) اور ہم نے بنائیں تمہاری نسلیں اور قومیں کہ تم آپس میں تعارف پیدہ کرو۔

اگر میں ارشاد رب العزت لیتا تو اے کون کے تحت کچھ عرض کروں تو بے جا نہ ہو گا۔ میرے باپ دادا بادشاہ نہ تھے میں تو فقیر زادہ ہوں میرے مورث اعلیٰ دیوان عباس خان جسکی نسل کرلانی اور قوم دلازاک ہے شاہ جہانگیر اور شاہ جہاں بادشاہ کے درباروں میں تھے انہوں نے عہد شاہجہاں میں اپنی سکونت کے لئے یہ قصبہ شاہجہانپور آباد کیا یہیں ان کا مقبرہ بھی ہے ان کے بعد ان کے بڑے بیٹے دیوان دولت خان کو ان کا منصب ملا۔ ان کے آٹھ بیٹے تھے جن میں سے ایک لاوالہ گز سے اور باقی سات بیٹوں کی اولاد کے ساتھ خاندان شاہجہانپور میں زمینداری کی حیثیت سے آباد ہیں۔ ان میں سے ایک خاندان اکبر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد شہزادوں کے نام سے مشہور ہے۔ خدا کی شان فقیر کی اور داد شہزادہ کہلائی۔ اللہ اکبر (خدا یا اپنی رحمت سے عقیقی میں بھی سرخ رو کیجو۔ مین) دادا عباس خاں کے ایک بیٹے کی اولاد شاہجہانپور کے قریب رسول آباد عرف ناہر میں آباد ہے اور ایک بیٹے کی اولاد کا دلازاک خاندان شہسر شاہجہانپور (رویل کھنڈ) میں ہے۔ نیز قصبہ شاہجہانپور کے بعض بزرگ بہار و اتریسہ ہنگلی وغیرہ مقامات میں حکومت کے عہدوں پر ممتاز تھے وہ وہیں رہے۔ نہیں معلوم ان کے سلسلہ باقی ہیں یا نہیں۔ کرلانی نسل کی قوموں میں سے سوائے ملک میری قوم کے آفریدی، خشک دلازاک ہندوستان میں بہت جگہ ملتے ہیں۔ دیوان عباس خان

کی اولاد یعنی ہمارے جد دلازاک خاندان کے علاوہ ایک دلازاک خاندان اب آباد اور ایک دلازاک خاندان راجپوتانہ میں جاگیر داری کی عزت رکھتا ہے۔ لیکن دلازاک قوم کے بقدر خاندان ہندوستان میں ہیں ان میں سے سب سے زیادہ معظّم و محترم و مکرم و معزز خاندان تاجدار و فرماں روا اے ریاست بھوپال کا ہے اللہ تعالیٰ نے اس مبارک خاندان کے لئے اس وقت تک نہ صرف امارت و ریاست بلکہ تاجداری و فرماں روائی کی عزت و شرافت اپنے فضل سے قائم رکھی ہے۔ مالک الملک اپنی رحمت سے ان کے دولت و اقبال میں دن دوئی رات چوگنی ترقی و برکت عطا فرمائے اس حامی اسد ام دلازاک خاندان کے سردار اور ریاست بھوپال کے فرماں روا و تاجدار کے لئے خدا سے وہی دعا ہے جو حضرت غائب مجھ سے بہت پہلے لکھ گئے۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن ہزار برس

خدا یا قبول فرما۔ (امین۔)

بدھ مسکین محمدی شہزادہ محمد عبدالکیم خان کرلانی۔

مولانا محمد عبدالکیم خاں صاحب مرحوم

یہیں مولانا محمد عبدالکیم خان صاحب مرحوم کے بارے میں ذکر کردوں۔ آپ منشی عبدالرزاق خاں شہزادگان کے صاحبزادے تھے تقریباً ۱۸۷۷ء کے قریب پیدائش ہوئی اور ۱۹۶۷ء میں الہ آباد میں انتقال ہوا۔ اور تہ فین بھی وہیں الہ آباد میں ہوئی۔ عمر کا زیادہ حصہ گنج مراد آباد میں گزرا۔ جہاں ان کی دوسری شادی ہوئی تھی تقریباً ۱۹۵۵ء میں شاہجہانپور واپسی ہوئی اور ۸-۹ سال گزار کر الہ آباد تشریف لے گئے تھے آپ کی دوسری شادی گنج مراد آباد میں حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آباد

کی پوتی سے ہوئی تھی صاحب تفسیر القرآن تھے ترجمہ نماز کی ایک کتاب، جبین نیاز
۱۹۳۱ء میں شائع کی۔ بہت تصنیف تحریر فرمائی۔

صاحب بیعت بزرگ تھے سلسلہ میں مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مردادی
تھے چار بیٹیاں وراثت چھوڑیں دو کی شادی خاندان میں ایک کی شادی اگرہ میں
اور ایک کی شادی ہو کر پاکستان چلی گئیں اولاد نہیں ہے۔

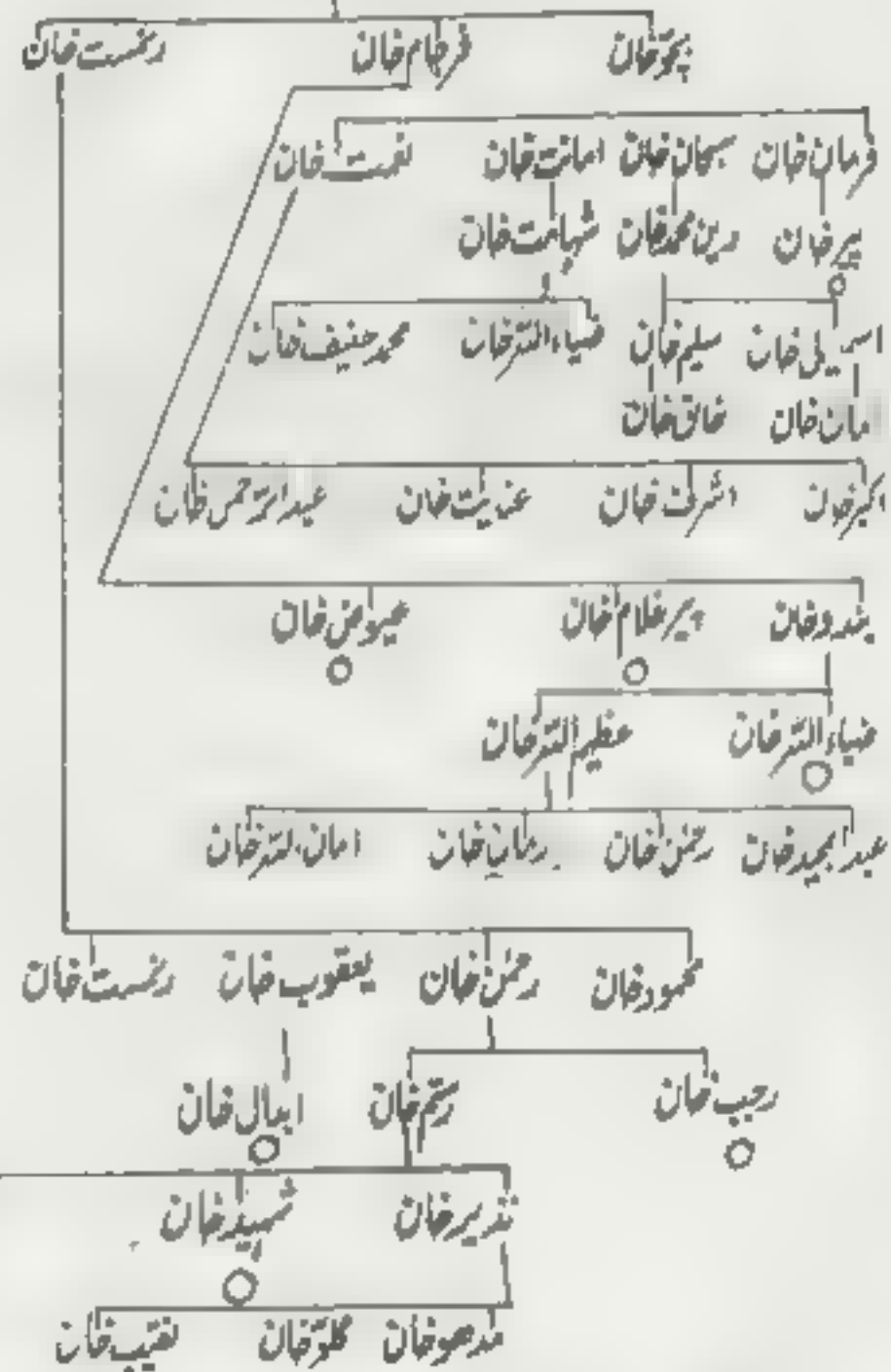
جناب منشی مولانا محمد عبدالحکیم خاں صاحب کے تعارف کے مضمون سے واضح ہو گیا کہ واداعباس کی نسل سے کوئی خاندان دلازاکِ قصبت جمہا پنورہ رسول آباد نا پنورہ بنگلی نژد کلکتہ شہر شا جمہا پنورہ کے علاوہ کہیں نہیں ہے اور یہ کہ ہمارا خان کے تین بیٹے تھے غلام محمد خان، غلام حسین خان، اور غلام علی خان جو شا جمہا پنورہ کے زمیندار تھے اور اپنے والدنا ہرخاں کے ترکہ باغات کے مالک تھے اور یہ بات ان مہر شدہ دستاویزات سے ثابت ہے جو غلام محمد خان، غلام حسین خان اور غلام علی خان نے گرومی نامہ کی حیثیت سے لکھے ہیں اور میرے پاس ہیں جنکو نقل کر کے ان کا مفہوم بھی ساتھ میں بیان کیا ہے اور ان کی نقیص اس میں تذکرہ کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔ ان دستاویزات اور مولانا عبدالحکیم خان صاحب شہزادگان کے بیان کی وجہ سے کوئی ثبوت اس بات کا نہیں ملتا کہ جس سے یہ مان لیا جائے کہ الہ آباد میں آباد دلازاکِ خاندان کا تعلق شا جمہا پنورہ میں آباد دلازاکِ مورث علی جناب دیوانہ عباس خان کی نسل سے ہے۔ اور فتح محمد خاں نا ہرخاں کی اولاد میں ہیں۔

میرے عزیز جناب محمد عمران خان پسر جناب مولانا محمد عثمان خان رحمانی شہزادگان
نے الہ آباد (مانڈو) میں آباد دلازاک خاندان کے سلسلہ میں ایک شجرۂ نسب مجھے یہ
کہہ کر دیا کہ یہ خاندان مانڈو لہ آباد میں ہے آباد ہے اس کے ایک بزرگ جناب
محمد فیاض خان صاحب الہ آباد سے تبادلہ ہو کر بحیثیت رجسٹرار میرٹھ کچہری میں آ گئے
تھے اور اس عہد سے پرفائزر ہوتے ہوئے شہر میں سکونت اختیار کر لی ان کے دو
بیٹے محمد نوشاد خان اور محمد ندیم خان میرٹھ کچہری میں وکالت کرتے ہیں اور ایک

کمپیوٹر انجینئر ہیں جو تھے محمد مہتاب خان کے سلسلے میں علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں
اس سلسلے میں میری محمد عمران خان سے کافی بات چیت ہوئی مگر میں اس سلسلے میں مطمئن
نہیں ہو پایا کہ اس شجرہ سے بقول مولانا محمد عبدالحکیم خان صاحب اور ان دستاویزات
کی تحریر کی وجہ سے مجھے تذبذب رہا ہے۔ بہر حال یہ شجرہ بھی پیش ہے۔ یہ عباس خاں
کی اوراد نہیں ہیں۔ مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خان



نامہ پرخسان
محمد فتح خسان



خوش: جن ناموں کے نیچے ۵ نشان ہیں ان کا سلسلہ دستیاب نہیں ہے بقول محمد
نوشاد خان ایڈووکیٹ کچھری میرٹھ خاندان کا ایک گھرانہ شاستری نگر جے پور میں آباد ہے لیکن رابطہ قائم
نہیں۔ رفیق خان عالم باغ کھنڈو چلے گئے۔ اسلئے رابطہ قائم نہیں ہے۔

منکه غلام محمد خان ولد نایب خان زمیندار موضع
شاهیجهانپور افغان ام جوکه موازی پشت و پنج تقاضه
درخت انبه از باغ پدر خود که بلا مشارکت آمدنی
تصرف مالکانه خود داشت و حق با مقرب بود و سابق از
این تحریر باغ مذکور بعضی شست و شش روپیه
بدست رنبا ز خان ولد کای خان گروی داشته بودم
و بار دیگر مبلغ شانزده روپیه از خانشاره ماهیه
بر همه درختان منظور گرفته بودم و الحال با سه سویم مبلغ
نوزده روپیه بر همان درختان باغ مذکور بطریق
قرض گرفته جمده مبلغ هر سه دفع مبلغ یکصد و یک روپیه
بر همان باغ قرض شده و مبلغ تمام و دام در قسم
گرفته در قبض و تصرف خود آوردم برای اقرار
تا که مبلغ تمام و دام و درم ادا کنم از شمر باغ مسطور
که مرا الفخره مزایم و معترض نشدم و بطور و رغبت
خود ما بنده شمر باغ مذکور به خانشاره راسیه نموده ام
اگر با ما حال از شمر باغ مزایم شوم و یا محبت نصفی شمر
در میان آمم باطل و دروغی باشم تا که مبلغ مسطور
دام درم ادا نکنم از شمر باغ مذکور مزاحمت نه رسانم
کسی را مزاحم شدن ندیم و هر دو تمسک ما نزد خانشاره
الیه هستند بنا بر این چند کلمه بطریق گروئی نامه
باغ نوشته داده شد.

مفہوم یہ منک غلام محمد خاں ولد ناصر خان زمیندار
موضع شاہ جہاں پور افغان ہوں جو کہ ۱۳۱۳ھ افغانوں
کے بعد نوٹس ریختا۔

بات را غلام محمد مستور خان بوناسی

گواہ شد حمایت خان

علامت و محفوظ علامت محمد رفیع خان

ایکھورو مل لوستھ می دلرید

مرکز خانی و لدر مراد خان

شیخاں سے احمد شاہ بہادر بادشاہ غازی
بابت دفعہ سوم بموجب ایسی تمسک تحریر فرمایا

35

دوغت ام کے اپنے والد کے باغ کہ بلا شرکت کسی دوسرے کے آمدنی خرچہ اپنے میں رکھتا رہا ہوں میں مقرر مقدار ہوں اور اس تحریر کے ذریعہ روپیہ رہنما خان ولد کا لے خاں کے گروہی کہ دیلے اور دوسری بار لے روپیہ خریدار سے کل درختوں پر لے لیا ہے اور تیسری بار لے روپیہ جملہ درختوں پر قرض لیا ہے ہر تین بار مبلغ ایک سو روپیہ کل بارخ پر قرض ہوا اور تمام رقم لے کر اپنے خرچ میں اس قرار کے ذریعہ لیا تاکہ اگر تمام روپیہ میں رکھ لوں اور ادا نہ کروں تو بارخ کے بہار میں مزاحمت نہ کروں اور اعتراض نہ کروں خریدار سے کہ میں نے یہ کر دیا ہے اگر میں بارخ کے پھلوں میں مزاحمت کروں اور ادا نہ کروں پھلوں کا مطالبہ کروں تو غلط اور جھوٹا ہوگا۔ جب تک تحریر کردہ رقم ادا نہ کروں بارخ کے پھلوں میں مزاحمت کا مقدار نہ ہوں گا۔ اور کسی کو بھی مزاحمت کا حق نہیں ہے کہ یہ دونوں دستاویزات تمسک اپنے پاس رکھیں اسوجہ سے یہ چند کلمات بطور گروہی نامہ بارخ لکھ کر دے دیا۔

نوٹ :- یہ دستاویز تمسک اصل بھی میرے پاس ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں دیکھیں۔

مرغوب احمد خاں

تاریخ ۱۹ جمادی الاول ۱۲۵۰
سابق بابت تمسک اول تحریر

۲۰ جمادی الاول ۱۲۵۰
دفتر دوام بابت تمسک تحریر تاریخ

منکہ غلام محمد و غلام حسین و غلام علی پسران ناہر خان زمیندار موضع شاہجہاں پور عملہ و پرگنہ ہالوڑ کے جس جوکہ ۱۹ تھا نور درختان انہ با بمقابلہ شست و پنج روپیہ بدست نعمت خان فروخت ایم و مبلغ مذکور در تحت و تصرف خود اور وہ ایم اقرار می نمایم کہ درختان مذکور را استادہ دارند با بریدہ نہ نمایند اختیار خریدار است و اگر از سلسلہ کس برادران کسے حجت نماید باطل است بنا بریں چند کلمہ بطریق تمسک نوشتہ دادیم احتیاط حال بکار آید تحریر فی التاریخ نہم شہر ربیع الثانی۔

نئے محمد شام قلم

قرجہ ۵ :- منکہ غلام محمد و غلام حسین و غلام علی پسران ناہر خان زمیندار موضع شاہجہاں پور عملہ و پرگنہ ہالوڑ کے جس جوکہ ۱۹ تھا نوے ام کے درختوں کے بالعوض مبلغ ۲۵ روپیہ بدست (باتھ) نعمت خان کے فروخت کر دیئے۔ اور روپیہ اپنے خرچہ میں لے لیا اور اقرار کرتے ہیں درختان مذکور کو کھڑے رکھیں (خدمت کرے گا) خراب و ضائع نہیں کرے گا۔ خریدار کو حق حاصل ہے کہ اگر تینوں میں سے کوئی بھی اعتراض کرے غلط ہے۔ اسلئے یہ چند کلمہ تمسک کے طور پر لکھ دئے کہ احتیاطاً کام آئیں۔ تاریخ تحریر ۹ ربیع الثانی۔

(دستخط)

نوٹ :- اسکی اصل تحریر میرے پاس ہے کوئی صاحب دیکھنا چاہیں بخوشی دیکھیں۔
مرغوب احمد خاں

غلام علی (دستخط اردو)

غلام محمد (دستخط اردو) خدا حسین (دستخط اردو)

مرغوب احمد غلام محمد

مرغوب احمد غلام محمد

مرغوب احمد غلام محمد



میرزا اسلم خان بعد شباب



میرزا اسلم خان بعد شباب

موضع شاہجہانپور

چند مقتدر ہستیاں

موضع شاہجہانپور میں قریب قریب ہر خاندان میں پڑھے لکھے لوگ ہو گزرے ہیں جنکی قابلیت میں کوئی شک و شبہ نہیں کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جو صرف اپنے ہی خاندان میں نہیں بلکہ دیگر خاندانوں میں بھی اپنے اثرات رکھتے تھے۔ اور پوری بستی کے لوگ انکی عزت و احترام کرتے تھے اور ان کا بستی میں ایک خاص مقام رہا ہے۔

ان میں سے کچھ کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں میری عمر کے لحاظ سے جن بزرگوں کو میں نے دیکھا ہے وہ سب ہستیاں قابل احترام رہی ہیں۔ ان میں میرے خاندان مصری خیل کے جناب الحاج محمد الہام اللہ خان، حکیم محمد اسد اللہ خان، جناب خاندان صاحب محمد شیر زمان خان، جناب ذبیح اللہ خان و جناب ریاست اللہ خان، رحمت خیل کے جناب منشی عبد لکریم خان جناب حافظ عظیم داد خان، عدلیہ خیل کے جناب محمد فیروز مند خان و ان کے تایا محمد دانشمند خان، جناب مصداق احمد خان، جناب محمد ازمند خان جناب حکیم مولانا محمد فائق خان، سادھو خیل کے جناب کفایت اللہ خان، ورشہ زادگان کے جناب منشی محمد کھی خان جناب حاجی عبدالحمید خان جناب حافظ محمد منشا خان جناب مولانا محمد عثمان خان جناب حاجی حبیب الرحمن خان، جناب مولوی داؤد خان، جناب مولانا محمد مجتبیٰ خان، جناب مولانا عبد الیم خان، ایسے حضرات گزرے ہیں جو اپنی جگہ اپنا مقام رکھتے تھے۔ ان حضرات میں آج کوئی بھی حیات نہیں لیکن یہ سب ایسے ہیں کہ جن کا نام آئندہ لیا جاتا رہے گا اور ان کو ہر دور میں حالات کے ساتھ یاد کیا جاتا رہے گا۔

مرحومہ احمد خان خلف مشکور احمد خان

شاہجہانپور، ہندوستان

الحاج محمد الہام اللہ خان

آپ کا تعلق مصری خیل سے ہے محمد زکریا خان کے بیٹے تھے آپ نے ابتدائی تعلیم بستی کے مدرسہ میں اسکے بعد مولانا گورنمنٹ ہائی اسکول میں پائی اس زمانہ میں بورڈ کے امتحانات گزرہ جا کر دینا ہوتا تھا تعلیم سے فارغ ہو کر آپ مولانا گورنمنٹ کالج میں پچیس بھی رہے اور وہاں سے ملازمت چھوڑ کر برٹش آرمی میں سپاہی محکمہ میں سپاہی انیس کی حیثیت سے یرن فرسٹ ورلڈ وار میں پوسٹنگ ہوئی اور ایران چلے گئے جہاں مسوری میں بہتر میکارڈ کی وجہ سے تمغات حاصل کئے وہاں سے واپسی پر ملازمت چھوڑ دی۔ اور میرٹھ میں آنریبلس مجسٹریٹ ہو گئے پھر مجسٹریٹ سے استعفیٰ دے کر کانگریس جوائن کر لی اور ہر دیش کانگریس کمیٹی میں نائب صدر اور ضلع کانگریس کمیٹی میں صدر منتخب ہوئے۔ مولانا آزاد جو اہمال نہرو مولانا حسین احمد مدنی سے خصوصی قرابت رہی۔ ۱۹۳۲ء میں کانگریس میں کنگس کا ٹکڑا کاٹنے والے ارٹھ کر کے انگریزوں سے بھج دیا۔ اس نے انعام لگایا تھا اسکے بعد جو دھری چرن سنگھ کیڈش پر کاس، قاضی نجم الدین، پنڈت خوشی رام شرما، حاجی لطف علی، مولوی اسد اللہ خان کے ساتھ ایک ہی بارگ میں جیل میں رہے اسکے بعد بھی ایک بار کانگریس کے آندولن میں شرکت کی وجہ سے جیل گئے۔ آزادی ہند کے بعد ضلع پریشد کے چیرمین رہے اور آخر میں پبلک سروس کمیشن کے نائب چیرمین و ریگنر فلاحی کمیٹیوں کے ممبر بھر اپنے کاروبار زسری میں لگ گئے ایک اعلیٰ قسم کی زسری سنگی فیرانہ سری کے نام سے قائم کی ورن علی قسام انہ آڈو امروہیری، ناسپاتی، لیچی و دیگر نو دسے تیار کرتے ورسپاتی کرتے رہے ام کی ڈیڑھ سو سے زائد قسمیں آپ کی زسری میں تھیں۔

۱۹۳۷ء میں آپ حج بیت الشرفین کیلئے شریف سے گئے دیر سے والد اور آپ ماموں پھوپھی کے بھائی تھے اس طرح میری واسدہ کے محرم ہونے کی وجہ سے

مکان نشست محمد الہام اللہ خاں و کسب



آپ کے ساتھ حج کو گئی تھیں آپ اور میری والدہ فریضہ حج سے فارغ ہو کر سلامت واپس آئے۔ آپ جنگ آزادی میں سرگرم رہے اس لئے سبوتاژ سینیائیوں میں شمار ہوتا ہے ایک بات اور عرض کر دوں کہ ۱۹۴۶ء کے شاہجہاںپور کے ہنگامے کے بعد کانگریس کے کئی لوگوں کے دباؤ کے باوجود اپنے گاؤں اپنے لوگوں کا ساتھ دیا اور ایک ذمہ دار کانگریسی کی حیثیت سے مقدمہ میں بیانات دیئے جبکہ مرد و لاسارا پائی جیسی کانگریسی نے آپ کو وزارت کا بھی راج دیا۔ دیگر کانگریسیوں نے بھی۔

ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد یوپی میں پنجابیت راج قائم ہو تو بستی میں پہلے پردھان آپ ہی ہوئے اور اپنے پردھانی کے دور میں گاؤں میں صفائی در روشنی کا معقول انتظام کیا جبکہ اُس دور میں بستی میں بجلی نہیں تھی بلکہ لائٹیں ضروری جگہوں پر لگو کر شام کو روشنی بدلنے اور صبح کو گل کرنے کا انتظام رکھا۔ حد یہ کہ آپ کو رستہ میں گدے گدے ہوئے اینٹ۔ وڑھ راستہ میں نظر آتا تو بیت سے یہ ہرے ایک طرف کرتے ہوئے گزرتے تھے۔ ان کا مزاج انتہائی صفائی پسند تھا۔ انتہا درجہ کے مہمان نواز تھے روز آد ایک دو چار مہمان آپ کے پاس آتے رہتے تھے خصوصیت سے ام کی فصل کے زمانہ میں یہ سلسلہ بہت بڑھ جاتا تھا۔ آپ کے پردھانی کے دور و راج بھی یاد کیا جاتا ہے اس وقت ابتدائی پردھان تھی ذرائع آمدنی پنجابیت کے پاس محدود سکے باوجود جو بھی آمدنی تھی سب گاؤں کی ضروریات پر خرچ ہوتی تھی۔ اس کے باوجود وہ دور میں موجودہ پردھان جناب ڈاکٹر ظفر اللہ خان نے اس سے پہلے دور کی یاد کو گاؤں میں بہت سے کام کر کے تازہ کر دی۔ صفائی کے علاوہ گاؤں میں بیشتر تعمیری کام کرائے ہیں۔ اور بھی بہت کچھ۔ جن کا ذکر آگے آئے گا۔

حج بیت المقدس شریف سے واپسی کے بعد آپ نے سکون و آرام سے زندگی گزاری اور کاروبار اپنے پوتوں کے سپرد کر دیا اور پوتوں نے (مجاہد اللہ خان، بشیر اللہ خان) اپنے کاروبار کو سنبھالا ہے چونکہ ان کے بیٹے جناب محمد اللہ خان کا انتقال ہو چکا تھا آپ نے ۱۲ نومبر ۱۹۷۷ء میں ایک ڈیڑھ ماہ کی علالت کے بعد وفات پائی۔



حکیم محمد اسلام اللہ خاں

کے پاس ہے اور وہ اس میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہیں۔
میرٹھ کے قیام میں آپ نے حکامان میں اثر و رسوخ قائم کیا اور شہر میں مسلم برادری
میں کافی مقبولیت حاصل کی خصوصیت سے شہر کی گدی برادری پر بہت اچھے اثرات قائم
کئے یہ برادری میرٹھ میں بہت اثر رکھتی تھی اور خانصاحب کے اشارے پر سب کچھ
کرنے کو تیار ہوتے تھے۔ آپ نے ایک موٹر گاڑی بنائی جو میرٹھ گڑھ مکتبہ شورشور چلا کرتی
تھی، نگر بڑی حکومت تھی اور اس دور میں خانصاحب کا شہر میں طوطی بول رہا تھا
حکومت نے متاثر ہو کر آپ کو خانصاحب کا خطاب دیا پھر آپ خانصاحب کے نام سے
مشہور ہو گئے آپ بارعب پڑو تار اور تندرست آدمی تھے ان کی شخصیت کا بھی سنا
والے پرزہ یادہ اثر پڑتا تھا شاہجہانپور کے رائٹ کیس میں آپ نے خصوصی طور پر حصہ لیا۔
چونکہ شاہجہانپور میں زمیندار تھے اسرارہ زمینداران سے مالگزار کی لیتی تھی
اس کے باعث بستی میں تھوک و درنہ دار ہوا کرتے تھے جو گاؤں سے مالگزاری وصول
کر کے تفصیل کے خزانہ میں جمع کرتے تھے اسلئے سرکار کی طرف سے آپ بھی اپنے تھوک
میں نمبردار تھے غرضیکہ ایک مثالی زندگی گزار کر آپ نے ۱۹۵۸ء میں وفات پائی۔
بستی میں ایک راستہ شاہراہ خانصاحب محمد شیرزماں خان کے نام سے مشہور ہے۔

جناب و جہت اللہ خان

آہکی پیدائش بستی شاہجہانپور میں ۱۸۹۹ء میں ہوئی آپ جناب الشکر محمد الشرف خان
کے صاحبزادہ تھے آپ کی تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ہوئی اس کے بعد آپ نے ڈیپلوم
اور سی سی کیٹل روڈ کی ضلع سہارنپور سے حاصل کیا۔ کینال ڈپارٹمنٹ بریلی میں آپ کی پہلی
پوسٹنگ ہوئی اور تحصیل بنسا میں شاردہ کینال پر شاردہ ڈیم بنوانے میں آپ نے بڑی مستعدی
سے ڈیوٹی انجام دی ورکار ہائے نمایاں انجام دیئے اس ڈیم پر پتھر بن تعمیر کا لگا ہے



خانصاحب محمد شیرزماں خاں

اس پر ان کا نام کندہ ہے وہاں سے ترقی کر کے ایس۔ ڈی۔ ویکس بننے لگے۔ میں آپ ترقی کر کے ایگزیکٹو انجینئر ہر دوئی میں تعینات ہوئے وہاں سے ۱۹۴۵ء میں ایگزیکٹو انجینئر سہارن پور کی حیثیت سے ٹرانسفر ہوا اور وہاں ہوئے۔

۱۹۵۲ء میں آپ پاکستان چلے گئے اور وہاں سے اریٹس منسٹری میں خرطوم گئے مسلسل بارہ سال وہاں رہ کر اپنے چھوٹے بھائی ریاست سرخان کے پاس واپس کراچی پاکستان آ گئے۔ ۱۹۵۷ء میں کراچی میں انتقال ہو گیا۔

آپ کے چھوٹے بھائی جناب ریاست سرخان کی پیدائش ۱۹۲۸ء میں شاہجہانپور میں ہوئی۔ آپ کی تعلیم آپ کے بڑے بھائی وجاہت سرخان مندر کے پاس بریلی میں ہوئی اور وہاں سے ۱۹۴۵ء میں بی۔ اے۔ پاس کیا اور ۱۹۴۷ء میں مراد آباد پولیس ٹریننگ کالج سے پی۔ ٹی۔ سی پاس کیا۔ پہلی تنہا ندری کی پولسٹنگ میرٹھ میں ہوئی اس کے بعد مندر شہر علی گڑھ۔ اگر وہ دیگر متعدد مقامات پر پولسٹنگ رہی اور ۱۹۴۸ء میں شہر سہارنپور میں بحیثیت شہر کووال پولسٹنگ ہوئی اور سہارن پور سے اڑ کر پاکستان چلے گئے وہاں ایٹ کراچی میں ایس پی پولیس ہو گئے۔ ترقی کی تو ڈی۔ آئی جی بن گئے اور پولسٹنگ کے آرڈر ڈھاکہ کے لئے ہوئے جو مشرقی پاکستان تھا ایک حصہ پاکستان ہوئے قسمت ڈھاکہ جا کر ڈیوٹی جوائن کرنے سے پہلے ایکسپریٹ ہو اور ٹانگ میں فریچر ہو گیا اور ڈھاکہ نہ جاسکے کہ رٹائرمنٹ ہو گیا اور ۱۹۶۸ء میں کراچی میں انتقال ہو گیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ اللہ مغفرت فرمائے آمین۔

جناب منشی عبدالکریم خان

آپ مکھیا عبدالکریم خان کے نام سے اب بھی یاد کئے جلتے ہیں مکھیا کا منصب زمینداری کے دور میں ایسا ہی تھا جیسے آج ہردھان کی حیثیت ہے۔

خصوصیت سے زمینداری کے زمانہ میں سرکاری کام تفصیل سے متعلق تکمیل دینا ضروری تھا اور اس سے متعلق گاؤں میں کام کرنے کے لئے مکھیا ہوتا تھا پولیس جب بھی کسی وقف کی معلومات یا کسی مندر کی تدش میں گاؤں میں آتی تھی تو پہلے گاؤں میں آنے کے بعد مکھیا سے رابطہ قائم کرتی تھی مکھیا کی معاونت کے لئے اس دور میں گاؤں میں سرکاری ملازم کی حیثیت سے ایک چوکیدار ہوتا تھا جو آج بھی ہوتا ہے مکھیا کسی بھی وقت چوکیدار کو طلب کر کے تھانہ کو کوئی خبر اور پیغام بھیج سکتا تھا۔

مکھیا عبدالکریم خان صاحب اس سلسلہ میں ایک خاص مقام کے حامل تھے اسلئے کہ وہ چھوٹے موٹے گاؤں کے معاملات فریقین کو سمجھا بکھا کر یا ضرورت کے مطابق ڈنٹ ڈپٹ کے بعد گاؤں میں ہی ختم کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ پولیس تک جانے کی نوبت نہ دیتے تھے۔

آپ نے خجہ زمانہ کا پور میں کتھ بنانے کے کارخانہ میں بھی ملازمت کی اور اس کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا قریبی موضع انوپ پور ڈبالی میں آپ ایک بڑے زمیندار کی حیثیت سے ارضیات کے مالک تھے جو وقت کے ساتھ کاشتکاران کے قبضہ میں جا کر ختم ہو گئیں اپنی بستی شاہجہانپور میں بھی جہی حیثیت کے زمیندار تھے آپ نے اچھے عمارت میں بستی میں باعزت زندگی گزاری آپ کا انتقال ۱۹۶۸ء میں ہوا

جناب حافظ عظیم خان

حافظ صاحب اپنے وقت کے عم دوست اصحاب میں تھے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے بستی میں پائی آپ کے والد خود حافظ تھے اسلئے کلام پاک بہت ہی اوائل عمری میں ختم کر لیا اور حافظ کی اور اپنے عم سے دیگر بگوں کو بھی نذر اپنے کلام پاک حفظ کر کے اپنی بستی کی مساجد میں کلام پاک سنایا کبھی آپ نے کلام پاک سنانے کے عوض

مساجد میں کوئی معاوضہ نہیں لیا جیسا کہ عموماً آج کے دور میں دستوراً بنا لیا گیا ہے۔
کہ مساجد میں حافظ کلام پاک سنانے کے عوض کچھ معاوضہ لینے کی میسر نہ تھی۔
اور قریب قریب ہر مسجد میں ماہ رمضان میں تراویح پڑھانے کے عوض کچھ پیسے
اور جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے۔

حافظ صاحب کو شاعری کا بھی شوق تھا گاؤں کے کچھ علم دوست حضرات میں جمل
کر مہینہ میں ایک روز شاعرہ کی نشست بلایا کرتے تھے اور اپنے اپنے کلام سے اس
مفعل مشاعرہ کے سامعین کو لطف و نواز بوسنے کا موقع فراہم کیا کرتے تھے۔ اس میں
طرحی مشاعرہ بھی ہوتے تھے جن میں مصرعاً طرح حافظ صاحب کی طرف سے پیش کیا
جاتا تھا آپ ”مشرتبہ“ تخلص فرماتے تھے۔ ان کی وفات ۱۹۶۶ء کے قریب ہوئی۔
حافظ صاحب کے اولاد نہ رہی تھی ایک بیٹی ہے بیٹی کو انہوں نے اپنے طریقہ پر
تعلیم دی تھی۔

جناب فیروز مند خان

جناب فیروز مند خان صاحب عزیت خیل سے تعلق رکھتے تھے آپ کی پیدائش
یکم جنوری ۱۹۰۶ء کو ہوئی۔ جناب شفیق مند خان صاحب کے فرزند اور جناب حافظ
دانشمند خان کے بھتیجے تھے آپ کے تایا دانشمند خان صاحب ریاست سہن پور ضلع بلند شہر
میں راجہ سہن پور کے مشیر خاص تھے نظام ریاست آپ کے مشورہ پر چلتا تھا فیروز مند
خان ۸ سال کی عمر میں اپنے تایا دانشمند خان کے پاس سہن پور چلے گئے اور وہیں اپنے
تایا کے پاس تعلیم و تربیت پائی۔

ریاست کے راجہ کے بیٹے یعنی جانشین راجہ کنور صاحب کے ساتھ نشاۃ
یازی، گھوڑہ سواری، پہلوانی اور فنی کھڑی وغیرہ میں مہارت حاصل کی۔ ۱۹۱۶ء
میں شاہجہاںپور تشریف لے آئے اور اپنے زمینداری کے کام کو سنبھالا کاشت کا



محمد دانشمند خان



جناب ڈاکٹر محمد فیروز مند خان

سلسلہ شروع کیا اور بیانات لگائے موضع رسول آباد میں بھی کافی۔ قہر زمینداری کا تھا۔ ہمیں بھی بار بار پرورش کیا یہ ماننا پھر سے فتح پور جا سے والے۔ سترہ برسے جہاں اب سڑک پختہ بن گئی ہے۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں آپ کی شادی ہوئی اور سنہ ۱۹۲۱ء میں ایک بڑے کی پیدائش ہوئی۔ ان کا نام محمد اقبال مندفان رکھا اور اسی سال تحریک خلافت میں شرکت اختیار کر دی۔ خلافت تحریک میں بہت دیر سے حصہ لیا تو وزارت کی نظروں میں آئے تو مینٹ برطانیہ کے حکم پر تیس انجینیئری اسکول صہبہ کرسٹے گئے۔ وہ آپ کے تیار دانشمند خانہ کو م نے جو ہار رختی سر باز مویشی ۶ مئی سنہ ۱۹۲۱ء میں لگایا تھا اس کی جہت مسوونہ کی اور جائیداد قبضی کے احکامات صادر کر دیے اور پٹن سے صدر ۵ جون مردہاں کے سامنے تعینات کر دیے گئے کہ فیروز مندفان کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں کانگریس میں رکنیت حاصل کر لی اور تین بار خیل گئے اور ملک زاد ہونے کے بعد جب دور کانگریس میں جیل پور میں مندفان مسدود ہوا وہ مسلمانوں کے ساتھ دلستہ طور پر زیادتی ہونے لگی تو آپ نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں اپنی بیٹی سے ملنے پاکستان گئے جو قیام پاکستان کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان چلی گئی تھیں اور ۹ جون سنہ ۱۹۴۷ء کو دہلی میں بیٹی کے پاس شرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے انتقال کر گئے لاہور میں سی کرشن ٹرلا پور کے قبرستان میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا امد معفرت فرمائے ہیں۔ سنی میں تارک کے مغربی کنارے کے ساتھ چھوڑ دے سترہ بھی شاہ ۵ بی بی دی محمد فیروز مندفان کے نام سے کوکم ہونے پر تحریک آزادی ہند میں حصہ لیا وہ سونتر تاسینا یوں میں پناہ میں مقام رکھتے تھے

جناب مصداق احمد خان

جناب مصدق احمد خان کا خاندان عزیت نہیں سے تعلق تھا آپ کے دو بھائی

امتیاز علی خان تھا آپ کی پیدائش تقریباً سنہ ۱۸۹۷ء کے اس پاس ہوئی آپ نے اپنے بستی کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کی اپنے خاندان میں اچھے بڑھے بکھے لوگوں میں شمار تھا۔ جناب مصدق احمد خان سنہ ۱۹۲۹ء میں جب تحریک خلافت ملک میں زوروں پر تھی آپ بھی جناب فیروز مندفان کے ساتھ اس تحریک میں شامل ہو گئے اور تحریک میں اپنے چند ورہ تھیوں کے ساتھ صہبہ یا شلا خلاق احمد خان وغیرہ ساتھ ہی اپنے زمینداری کے کام کو بھی انجام دیا اس کے بعد کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور اس شرکت کے باعث جیل بھی گئے اور جب ملک آزاد ہوا۔ اور ملک میں کانگریس میں بھی ہندو صاحبان جو سیکور ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ان میں تعصب پیدا ہونے لگا جس کا خباہت جیل پور لکھنؤ ملکیشور کے نظم فسادات سے ہوا تو آپ نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنے کاروبار میں لگ گئے آپ دبلے پتلے آدمی تھے مگر صحت کے اعتبار سے بالکل ٹھیک۔ بینائی کی یہ کیفیت تھی کہ رات کو مٹی کے تیل کی ڈیرہ جو روشنی کے لئے جلائی جاتی تھی اسکی روشنی میں بغیر عینک (چشمہ) کے اخبار پڑھا کرتے تھے آپ کچھ عرصہ بیمار رہ کر سنہ ۱۹۷۱ء میں انتقال کر گئے۔ اور اپنے قبرستان حفرے میں دفن کئے گئے۔ آپ خاندان میں خصوصیت کے حامل تھے۔ مجاہد آزادی ہند تھے۔

جناب محمد ارجمند خان

آپ عنایت خیل کے محمد شفیع مندفان صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے آپ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ہستی کے مدرسہ میں اس کے بعد میرٹھ میں تعلیم حاصل کی۔ آپ کے چچا محمد دانشمند خان خاندان کے بڑے حضرات میں شمار کئے جاتے تھے اور ریاست سہن پور ضلع بلند شہر کے راجہ کے خاص مشیر اور کارکن تھے۔ لہذا آپ نے بھی اپنا کافی وقت ان کے ساتھ گزارا۔ اور تعلیم و تربیت بھی حاصل کی۔

اس کے بعد جب مسلم لیگ ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے بمقابلہ کانگریس وجود میں آئی آپ نے مسلم لیگ میں شرکت کر لی اور گاؤں کے متعدد لوگوں مثلاً اقتدار نثر خان لیاقت الشرفان حکیم محمد سوم الشرفان کے شانہ بشان پارٹی کی خدمت کی۔

۱۶ مئی ۱۹۱۵ء میں آپ کے چچا محمد دانشمند خان نے بوبیشی کی خرید و فروخت کے لئے ایک بازار بنوا دیا تھا آپ اپنے بڑے بھائی محمد فیروز مند خان کے ساتھ اسکی دیکھ بھال میں معروف رہے اور بڑے آرام کی زندگی گزاری۔ زیادہ وقت مردہ گان پر بیٹھے اور آنے جانے والے آپ کے پاس بیٹھتے تھے آپ حقہ پینے کے عادی تھے اسلئے دیگر لوگ بھی حقہ کے شائقین اور آپ کے ذوق کے حضرات کثرت آپ کے پاس بیٹھتے تھے۔ مہمان نوازی کا جذبہ بے حساب تھا بڑی شان سے زندگی گزاری اور آخر میں ۱۱ جنوری ۱۹۵۵ء کو وفات پائی۔ آپکے ہا جزا سے ریاست مند خان نے گاؤں کے مالک باخان تم پر لگنے والے کڑوں سے فعل کو پٹنے کے لئے ابتدا دو فرام کر کے بستی کے مالک باغات کو نقصان پہنچایا۔

حکیم مولانا محمد فائق خان

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی بستی کے مدرسہ میں حاصل کی دیسی تعلیم مدرسہ دار السلام دہلی میں پائی اور فروری ۱۹۱۶ء میں سند حاصل کی اس کے بعد طب پڑھنے نکلے دہلی گئے وہاں سے طب کی سند حاصل کی ورنہ ہندو سے مولوی کی تعلیم حاصل کرے مولوی کی سند حاصل کی آپ اپنے فن میں مہارت رکھتے تھے آپ کی شادی محمود گڑھی میں ہوئی آپ کے خسر بڑے زمیندار تھے غل زئی قبیلہ کے خاندان لوہاں ماہ گڑھ منلع بند شہر سے تعلق رکھتے تھے اور شاہجہانپور بستی کے دار و نہر حمید الشرفان کے دور میں شہر کو نوال فرٹ دیوی صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی کی اولاد فوت ہو گئی دوسری بیوی سے ایک لڑکا ذوالفقار مصطفیٰ خان عرف محمد شائق خان ہوا۔ مولوی صاحب کا مزاج بھائیوں سے نہ مل پایا اسلئے آپ نے شاہجہانپور کی سکونت



محمد ارجمند خاں

ترک کر کے باپوڑ میں محلہ قانون گویان میں کرایہ کا مکان سے کرسکونت اختیار کی وہاں ان کی طبیعت علیل رہنے لگی تو ایک روز کریم کا گھوڑا تانگہ منگا کر قبرستان سادات گئے اور اپنے عہدِ قاضی ابراہیم بیگ کو اپنے مدفن کی جگہ بتا کر وصیت کی اور گھر کر اپنی اہلیہ زیہ تنون بیگم کو تسلی و تسخیری دی اور اسی شب ۱۵ جون ۱۹۲۸ء کو انتقال فرما گئے اور اسی قبرستان سادات ہند شہر روڈ پر مدفن کئے گئے مولانا کی بیہ زیہ تنون بیگم بہت بھلا عورت تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے محمد شائق منٹ کی تربیت بہت چھ ڈھنگ سے کی محمد شائق خان کو حافظہ کر یا۔ اور مسجد سادات باپوڑ میں محراب سنوائی۔ محمد شائق خان اس دور میں بھی ہر سال عیدِ اضطرار باپوڑ جا کر بعد نماز اپنے دار کی قبر پر ایک کلام پاک ختم کر کے بخش کر آتے ہیں محمد شائق خان کے وادعہ حرم بھی قابل ذکر بستیوں میں تھے۔ آپ کا نام سید محمد خان تھا آپ نے حج بھی کیا تھا حاجی سید محمد خان چھ زمیندار اور اپنے دور کے بہ وقار لوگوں میں تھے۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے کسی بہت بزرگ و بزرگ بستی سے سکونت ترک کر کے چلے گئے اور ایک گاؤں میں مسجد میں قیام کیا۔ رات کو بعد نمازِ عشاء اس بستی میں قوم جماعت کا اجتماع ہوتا آپ سے کلام پاک سننا اور بہت خوش ہو کر اپنا امام مقرر کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد گھر کی یاد سے ستیا و جانت چاہی جو مست وقت سے ملی اور شاہجہاں پور آ گئے اور سردار جماعت نے دو خدا دے ساتھ رہنے سے وہ آپ کے ساتھ ہمہ وقت رہتے تھے ایک شب ان کی بیٹی نے ان کی کیفیت دیکھ لی تو ڈر گئیں اور اسی خوف میں انتقال کر گئیں۔ حاجی صاحب کو سم ہوا تو آبادی چھوڑ کر حائل میں جھونپڑی ڈال کر رہنے لگے۔ اچھے بزرگ تھے موضع کے لوگ استفادہ کرتے تھے۔ آپ کی وفات ۲۷ نومبر ۱۹۲۹ء کو ہوئی۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

جناب کفایت اللہ خان سادھو خیل

کفایت اللہ خان خاندان سادھو خیل کے ایک پڑھے لکھے معزز منشی آدمی تھے

آپ کے مزاج میں طرافت بے حساب تھی ساتھ ہی حاضر جواب آدمی تھے۔ آپ بستی میں خوش مزاج لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ اچھے زمینداروں میں تھے۔ رات میں اور لباس بہت اچھا تھا اس کے ساتھ ہی آپ اپنے تھوک میں نمبردار بھی تھے۔ اپنے تھوک کے زمینداران سے سرکاری محصول وصول کر کے سرکاری خزانہ تمھیں میں جمع کرتے تھے اسلئے نمبردار کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

آپ کا مکان خاندان سادھو خیل میں آبادی کے شمال میں آبادی سادھو خیل میں سادھو خان صاحب کے محل میں ہے محل کے دروازہ کے باہر خاندان کی ایک چوپال تھی جو اب منہدم ہو کر دوبارہ سے تعمیر کی گئی ہے اس پران کی نشست تھی۔ خاندان کے لوگ اور دیگر خاندانوں کے افراد کثر ان کے پاس بیٹھ کر بیٹھتے تھے آپ نے اپنا زمانہ بہت آرام اور اچھے حالات میں گزارا۔ اب اس بیٹھک پر نشست کم ہے اکثر قریبات کے موقع پر یا کسی موت پر لوگ جمع ہوتے ہیں۔

جناب مولانا محمد عثمان خان صاحب

آپ کی پیدائش اوائل سن ۱۹ء میں محلہ شہزادگان شاہجہاں پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اس کے بعد اپنی ننھیال موضع محسندہ پور میں میرٹھ جال ضلع غازی آباد میں پائی اس کے بعد میرٹھ شہر کا قندم مدرسہ دارالحدیث مطبع العلوم محمد خندق میں حاصل کی اساتذہ میں مولانا عبد الوہاب صاحب آرومی صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس تھے اسی دوران کوئی ایک کتاب پڑھنے دارالعلوم جامع مسجد میرٹھ جاتے تھے جہاں مولانا محمد ابراہیم سنہلی صاحب دس دیتے تھے مطبع العلوم خندق میرٹھ کے بعد دارالحدیث رحمانیہ ہارہ ہندوڑا ودہلی چلے گئے وہاں سے ۱۹۲۵ء میں عالیہ میں فیضیت مکمل کی اور بعد میں اپنے بھتیجیوں

مولانا محمد داؤد خاں صاحب رحمتی مولانا محمد مجتبیٰ خاں صاحب رحمتی کو بھی دارالحدیث
 رحمتیہ سے گئے۔ جہاں انہوں نے بھی ۱۰ بیعت درفاضلیت مکمل کی۔ تکمیل علم کے بعد
 ۱۹۲۲ء میں شادی کی اور ماہ مارچ ۱۹۲۵ء میں تاریخ امتحان عالم مکمل کی۔ کتبہ برصغیر میں
 مدرسہ دارالسلام عمر آباد نارتھ ارکٹ (تاملناڈو) چلے گئے۔ عمر آباد میں بطور صدر مدرس
 تقریباً ۶ سال قیام کیا اس کے بعد مدرسہ حاجی علی خان دہلی میں دو یا تین سال
 درس دیا۔ بعد میں دارالحدیث نانی گی منڈی اگرہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے
 تقریباً ۶ سال درس دیا اس کے بعد مطلع العلوم خندق میرٹھ واپس آگئے۔ اور وہاں
 کا انتظام سنبھالا درس و تدریس کا دور چل ہی رہا تھا کہ شاہجہانپور میں نومبر ۱۹۴۶ء
 میں گڈھ مکتیشور کے میدان پر مید کی واپسی پر سائیک بڑ سانچہ پیش آیا جس کا ذکر پیچھے
 تفصیل سے کیا گیا ہے اس سلسلہ میں گرفتاریاں ہوئی، سی میں مولانا موصوف بھی میرٹھ
 جیل چلے گئے اور مقدمہ میرٹھ سیشن جج سے خلاف ہو کر رہا دسے جیل باعزت بری
 ہوا۔ پورے دو سال فتح گڈھ جیل میں رہے۔ فتح گڈھ جیل میں قید دور کے صدر کی حیثیت
 سے منتخب ہوئے۔ آپ نے دوران تعلیم کئی کتابیں لکھیں مثنیٰ کہ اپنی تصانیف دوسروں
 کے نام سے بھی شائع کرائیں جن میں ایک کتاب مولانا زکریا خان مسلمان راہبوت
 بھوچوری کے نام سے ہے اور تفسیر سورۃ الحمد شجرۃ انبیاء۔ چہل حدیث۔ نظام عالم
 والام عزلی۔ جواہر العلوم عزلی۔ ستاخ لرمع عزلی۔ جمال الدائم عزلی۔ انتظام و سلام عزلی۔
 نہفتہ امامہ وجہ ناعزلی قبل ذکر ہیں۔ کئی کتابوں کے اردو، روسی، جادی ترجمہ ہوئے
 ایک کتاب سیف توحید ان کے بیٹے محمد عمران خان کے پاس بھی ہے۔
 حاصل یہ ہے گاؤں کے عام و فاضل ہستیوں میں نمایاں حیثیت رکھتے
 تھے۔ ایک عام اور بزرگ کی حیثیت سے آپ کا نام ہمیشہ لیا جاتا رہے گا۔

باب ۱۰

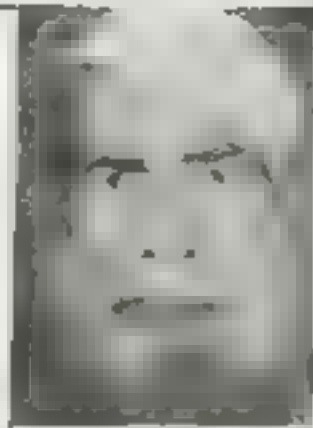




جناب منشی محمد حسی خان صاحب

آپ بستی کے بڑھے لکھے لوگوں میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ آپ کے والد محمد زکریا خاں صاحب کا تعلق شہزادگان سے تھا آپ نے اپنی تعلیم شاہجہانپور کے مدرسہ سے حاصل کی اور اس کے بعد اپنے کاشت کے کاروبار میں لگ گئے جس میں آپ نے نمایاں حیثیت اختیار کی آپ کا مزاج بہت نرم تھا۔ غربا و پروری آپ کا آخر وقت تک پیشہ سا بن گیا تھا اس کے ساتھ ہی آپ ایک آہنی آدمی تھے کہا جائے تو غلط نہ ہوگا آپ جس معاملہ میں بھی جو فیصلہ کر لیتے تھے اس پر اڑ جاتے تھے اور عمل کرتے تھے کہ جسے ان کی طرف اڑ جاتے تھے کوئی ان کو ان کے ارادے سے نہیں موڑ پاتا تھا ۱۹۲۹ء کے سانحہ کے بعد جب بستی کے لوگ گرفتار کر لئے گئے اور میرٹھ جیل بھیج دیئے گئے تب گاؤں میں ایک مشاورتی میٹنگ ہوئی اس میں منشی جی نے فیصلہ لیا کہ ملزمان کی ضمانت نہیں کی جائیگی بلکہ مقدمہ لڑ کر مقدمہ بری کرایا جائیگا لہذا بستی کے جملہ لوگوں نے جو مشاورت میں شریک تھے آپ کے خیال سے اتفاق کیا اور مقدمہ عدالت سیشن جج میرٹھ کے یہاں سزا یاب ہوا نتیجہ کے طور پر ان آباد ہائی کورٹ اپیل میں جانا پڑا جبکہ جملہ ملزمان میرٹھ جیل سے سینٹرل جیل فتح گڑھ ضلع فرخ آباد منتقل کر دئے گئے۔ اندازہ لگائیے بیروکارانہ مقدمہ کیلئے کتنا پریشانی کا باعث ہوا ہوگا۔ منشی جی نے اب بھی ضمانت کرانے کی مخالفت کی اور اپیل لڑنے کا پروگرام طے پایا اور مقدمہ اپیل ان آباد میں شروع ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپیل ملزمان کے حق میں باعزت طریقہ پر بری ہوئی اور ملزمان جیل سے بری ہو کر واپس شاہجہانپور آئے ان حضرات میں جو اس وقت مقدمہ میں موقوف تھے جیل گئے تھے صرف شہاب الدین خیاط زندہ ہے اور میرٹھ میں قید ہے منشی محمد حسی خان صاحب کی تحریک پر ۱۹۵۵ء میں جامع مسجد شاہجہانپور میں ایک مدرسہ اسلامیہ قائم کیا گیا۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں وفات پائی۔

حاجی عبدالحمید خان صاحب



آپ کی پیدائش ۱۹۰۸ء میں ہوئی آپ منشی محمد حسی خان کے اکلوتے فرزند تھے آپ نے ابتدائی تعلیم بستی کے مدرسہ میں پائی۔ بچپن بہت بے فکری اور آرام میں گذرا جلد ہی آپ کے اوپر کاروبار کا بوجھ پڑا چونکہ کھیتی باڑی کا سلسلہ تھا اور آپ کے والد منشی محمد حسی خان کھیتی باڑی کا مزدور رکھ کر کرتے تھے مگر مثالی کاشت ہوتی تھی آپ اپنے کاروبار کو خود دیکھتے تھے۔ آپ نے مسٹر شرما کے اسرار پر اپنے گھیر میں سینٹرل بینک قائم کی اور بینک کی ضرورت کے مطابق اس میں تعمیر کرائی اور اہلکارین بینک کی رہائش کے لئے بینک پر کمرہ بھی تعمیر کرائے۔ مسٹر شرما میرٹھ سینٹرل بینک میں منبر تھے اور چاہتے تھے کہ اس بستی میں بینک کی شاخ کھولی جائے لہذا حاجی صاحب نے اپنے یہاں بینک کی شاخ قائم کرادی یہ گرد و نواح میں پہلا بینک تھا کسی بھی گاؤں میں اس سے پہلے بینک نہ تھا ایک بار آپ پردھان کی امیدواری کی حیثیت سے پردھانی کا ایکشن پردھانی کی امیدواری کی حیثیت سے بڑے اور سخت مقابلہ کے باوجود کامیاب ہوئے وجہ بھی خاص ہی تھی آپ مزاجاً نرم دل غریب پرورد اور ایماندار آدمی تھے عوام نے خوب توجہ سے سپورٹ کیا۔ اچھے زعمدار تھے اور باغات لگا کر پرورش کرتے تھے ان کی وجہ سے پیسے کی کمی نہ تھی ان سب ضرورت مند آپ کے پاس سے مایوس ہو کر نہ لوٹتا تھا۔ پردھانی کے دور میں آپ جیب سے پیسے خرچ کرنے میں بھی گریز نہ کرتے تھے عوام آپ کے دور پر پردھانی کو آج بھی یاد کرتے ہیں۔ آرام کی زندگی گزار کر آپ نے ۱۹۹۳ء میں وفات پائی۔

حافظ محمد منش خان صاحب

جناب حافظ محمد منش خان صاحب مکہ شہزادگان کے محمد فریدیم خان صاحب کے بڑے بیٹے تھے۔ حفظ صاحب جوانی میں اپنے وقت کے پڑھے لکھے لوگوں اور اپنے ہم عمر حضرات میں خاص مقام رکھتے تھے آپ نے ابتدائی تعلیم ہستی کے مدرسہ میں پائی اور کلام پاک حفظ کیا اور اس کے بعد فرخ آباد میں نگر بڑی کی تعلیم حاصل کی آپ محمد الہام اللہ خان کے قریبی ساتھیوں میں تھے آپ کا تعلق تہذیب و گمان شہزادوں سے تھا جبکہ الہام اللہ خان کا تعلق مہدی خیل سے تھا دونوں میں اتنا قرب اور تعلق تھا کہ دونوں ایک ساتھ ملازم ہوئے اور مدٹری کی ملازم کی حیثیت سے پہلی جنگ عظیم میں یک ساتھ ایران گئے اور ساتھ ہی واپس آئے۔ ایران سے واپسی پر آپ نے سول کورٹ میں بحیثیت کلرک مددگاری اختیار کر لی۔ اپنی قابلیت کی بنا پر ترقی کی پہل پوسٹنگ آپ کا کھسوا میں ہوا اور آپ اپنی ڈیوٹی بخوبی سمجھتے رہے۔ لکھنؤ کے بعد آپ کی پوسٹنگ ناؤ میں مددگاری میں ہوئی وہاں آپ نے محاذ انصار میں سکونت اختیار کی ماہ رمضان میں آپ نے محاذ کی مسجد میں کلام پاک سنایا (تراویح پڑھائی) اس وجہ سے آپ نے ناؤ شہر میں زیادہ مقبولیت حاصل کی اور یہ سلسلہ ہر سال ماہ رمضان میں جاری رہا اور حافظ صاحب کی مقبولیت وہ زیادہ ہو گئی۔ شہر کے معزز حضرات ہندو مسلمان دونوں ہی آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ کچہری میں بھی آپ کا ایک خاص مقام تھا آپ ترقی کرتے رہے اور منصرم کی پوسٹ پر پہنچے جہاں آپ کو سرکاری طور پر ایک چپراسی ملا ہوا تھا اور کچہری دفتر میں ایک پی۔ اے۔ فراہم کیا گیا تھا منصرم سول کورٹ میں کلرک کی حالت میں سب سے اعلیٰ پوسٹ ہے حکامان بھی منصرم کو بہت عزت دیتے تھے آپ قلم کے استاد تھے۔ جب لکھنا شروع کرتے تھے لکھتے ہی چلے جاتے تھے معلومات اور مطالعہ بہت زیادہ تھا۔ حافظ صاحب کو علمی ذوق بے حساب تھا آپ کے پاس اردو، نگر بڑی فارسی

عربی کتب کا اتنا اسٹاک تھا مثلاً کوئی لائبریری ہو آج بھی آپ کی فراہم کردہ کتب میں نادرات محفوظ ہیں اردو، انگریزی کی اعلیٰ قسم کی لغات مختلف تاریخی کتب مثلاً تاریخ فرشتہ مکمل آپ کی کتابوں میں آج بھی موجود ہے آپ انگریزی اخبار اس طرح پڑھنا ضروری سمجھتے تھے جیسے جیسے کے لئے کچھ نامزدی ہے اسے سیاسی حانات سے بھی با علم رہتے تھے اہم خبروں یا مضمونوں کی کٹنگ آج بھی اکثر ان کی کتابوں میں رکھی ہوتی ملتی ہیں۔

۹ نومبر ۱۹۳۲ء کا شاہجہانپور کا سانحہ ہونے کے بعد حب عدالت سیشن میرٹھ سے مقدمہ سزایاب ہوا اور الہ آباد کی کورٹ میں اپیل ڈاکٹر کی گئی حافظ صاحب نے اس مقدمہ میں نمایاں کردار ادا کیا آٹاؤ میں قیام ہونے کی وجہ سے جملہ پیروکاران مقدمہ آٹاؤ میں حافظ صاحب کے پاس قیام کر کے اور مشورہ کے بعد الہ آباد جلتے تھے اور مقدمہ کی پیروی کرتے تھے۔ مقدمہ الہ آباد کی کورٹ سے باعزت طور پر پوری ہوا۔ آپ نے مثل مقدمہ مکمل طور پر مرتب کرنی تھی جو آج بھی محفوظ ہے۔

آپ نے منہم کی پوسٹس رٹائرمنٹ لیا اور رٹائرمنٹ کے بعد آٹاؤ چھوڑ کر اپنے وطن خاص شاہجہانپور آ گئے۔ جہاں اپنا باقی وقت گزارا۔ آپ کے مکان کے سامنے ایک مسجد ہے جس میں ایک مالابار کن کے امام نماز پڑھاتے تھے اور مسجد کی دیکھ بھال کرتے تھے ایک حادثہ میں ان کا انتقال ہو گیا اسکے بعد حافظ صاحب نے یہ خدمت انجام دی اور بغیر کسی معاوضہ کے تقریباً ۸ سال نماز پڑھائی اور مسجد کی مرمت اور کچھ نئی تعمیر کا کام بھی انجام دلایا۔ حد یہ کہ جب تک آپ چلتے پھرتے تھے اس خدمت سے گریز نہ کی آپ کی علالت شروع ہوئی تو آپ کے چھوٹے بیٹے جاوید منشا خان جو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں اچھے پوسٹ پرفائزر تھے آج بھی ہیں علی گڑھ لے گئے اور میڈیکل کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اسپتال میں داخل کر کے بہت تو جہ غور و فکر سے علاج کرایا مگر آخر موت کا پینا آہنچا اور اپنے وفات پائی آپ کی میت شاہجہانپور لائی گئی اور میرٹھ اعلیٰ جناب دیوان عباس خان کے مقبرہ کے باؤنڈری کے اندر حافظ صاحب کی تجویز کردہ اور بتائی ہوئی جگہ پر دفن کئے گئے

جناب حاجی حبیب الرحمن خان

جناب حاجی حبیب الرحمن خان صاحب
جناب مولانا محمد عثمان خان غفاری کے بڑے بھائی تھے آپ بہت نیک و شریف آدمی تھے زمینداری چھی تھی کاشت کیا کرتے تھے ساتھ ہی باغات کا بہت شوق تھا آپ نے اپنے سارے کاشت کے رقبہ میں باغات نصب کر کے پرورش کئے اور رفتہ رفتہ کاشت کا سلسلہ ختم کر دیا۔

آم، امرود، آٹرو وغیرہ کے کئی باغات آپ نے نصب کئے جن میں بہت اقسام آم کی لگائیں اور باغات میں اچھا مقام حاصل کیا۔ آپ کے باغات میں آم کی اچھی اقسام پرورش پائی تھیں۔ مزج آپ کا جناب منشی محمد یحییٰ خان سے متا تھا مطلب یہ کہ آپ بھی منشی جی کی طرح اپنے فیصلہ پر اٹل رہتے تھے۔

حاجی صاحب نے اپنے آخری دور میں بستی کے مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیا۔ میرٹھ گڑھ روڈ پر آبادی سے تقریباً سو گز میرٹھ کی طرف سڑک پر آپ کا ایک آم کا باغ ہے جس میں اس وقت آم کے ساتھ ساتھ پیچ و سارو بھی لگا کر پرورش کیا تھا موقع کے لحاظ سے یہ جگہ بہت اہم تھی۔

آپ نے بستی والوں پر ایک بڑا احسان س باغ کو مدرسہ اسلامیہ کیلئے وقف کر کے کہا اسکے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی اور مدرسہ کے ہتم کی حیثیت سے مولانا ظفر حنیف کو پوزنر کے مدرسہ کا نام مدرسہ اسلامیہ پر ریاض العلوم رکھا۔ مدرسہ میں تعمیرات کر کے کچھ بچوں کے پڑھنے کے لئے کمرہ، مہمان خانہ اور اساتذہ کے لئے رہائش کا انتظام کیا کچھ عرصہ بعد مولانا ظفر حنیف میرٹھ چلے گئے اور موضع غوان پور افتخاران کے مولانا معین اختر خان صاحب ہتم بنائے گئے جن کے ہتم ہونے کے بعد حاجی صاحب نے تعمیر مسجد شروع کرائی اور مکمل کرائی اور مولانا معین اختر خان صاحب نے کچھ نئے کمرہ بنا کر غزنی

کے ساتھ اردو و ہندی اور انگریزی تعلیم کا بھی سلسلہ شروع کیا۔
 حاجی صاحب کا ۳۰ مئی ۱۹۹۲ء میں انتقال ہوا۔ مدرسہ ریاض العلوم کی
 مسجد کے حجرہ میں دفن کئے گئے۔

مولوی محمد رفیع خان صاحب رحمانی

آپ کی پیدائش ۱۹۰۶ء میں شاہجہانپور میں ہوئی آپ کے والد صاحب محدث شہزادگان
 سے تعلق رکھتے تھے آپ نے ابتدائی تعلیم حافظ تاج محمد خان عطار کے پاس شاہجہانپور میں
 ہی حاصل کی عالیت اور فضیلت کی اسناد قدیم جامعہ رحمانیہ سے حاصل کیں ۲۹-۳۰
 میں جامعہ رحمانیہ سے فارغ ہو کر اپنے چچا مولانا محمد عثمان خان رحمانی کے توسل سے
 مدراس جا کر تدریسی خدمات انجام دیں وہیں اسی دوران علم جعفر حاصل کر کے
 عبور حاصل کیا مگر ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ بعد فراغت تعلیم خاندان میں شادی کی
 اور دو بیٹے ایک بیٹی پیدا ہوئی جو بقیہ حیات میں اس کے بعد وہابی میں رہی کپڑے
 کا کاروبار کیا وہابی کے قیام میں ہی ایک ماہنامہ "الترقیہ خان" شائع کیا جو کئی
 سال بڑی مقبولیت سے چلا اور آخر میں وہابی کے فسادات کی نذر ہو گیا۔ وہابی میں
 عقیدہ ثانی کیا جس سے دو بیٹے پیدا ہوئے (۱) محمد بھی خان مقیم حال امریکہ (۲) جمیل
 محمد خان۔ چونکہ آپ ۱۹۵۵ء میں پاکستان چلے گئے تھے دونوں بیٹے ساتھ گئے لہذا
 بہوٹے کراچی میں قیام پذیر ہو گئے۔

مولانا نے کئی تصانیف کیں جن میں شکوہ محمدی اور سفر آخرت رسالے خصوصاً
 تصانیف میں تھے صورت حمید، پیغام قضا، رحمانی روزے بھی آپ نے تصنیف
 کئے ایک کتاب تذکار روح جو قرآنی اعمال پر منحصر تھی اور قرآنی آیات سے ان
 بیاریوں کے علاج کے لئے لکھی گئی تھی آپ نے تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ کیا جو پانچ
 جلدوں میں شائع ہوا یہ کتاب یعنی تفسیر ابن کثیر کراچی میں کیا وہیں محفوظ ہے

مدرسہ ریاض العلوم مسجد شاہجہانپور



مولانا مرحوم چونکہ علم جعفر کے ماہر تھے اسلئے کبھی ایسے واقعات سامنے آجستے تھے مثلاً کسی بے گناہ کو سزا دی جا رہی ہے اور مولانا اس زیادتی کو برداشت نہ کر پٹے غلط مجرم کو سزا سے بچایا اور کہہ دیا فداں وقت بتادوں گا کہ ملزم کون ہے اور دیئے ہوئے ٹائم پر بتا دیا اور جب اس کو پکڑا گیا تو پتہ چلا کہ واقعی مجرم اسی ہے کیا گھایہ تھی مولانا کے عہد جعفر میں ماہر ہونے کی بات۔ مگر اس کا اظہار ہمیشہ نہیں کرتے تھے جب زیادتی دیکھ کر برداشت نہ کر پاتے تب ایسا کرتے۔

آپ نہایت فاضل و مستقبل مزاج انسان تھے میرٹھ گڑھ روڈ پر بادی کے غریب میں ایک فطوڑ مین میں باغ لگایا اور جب پانی کی ضرورت پیش آئی اور پانی دور تھا تو بنات خود کنواں کھود دیا اور پانی کی ضرورت پوری کی باغ پرورش کر دیا ۱۹۵۵ء میں پٹانہ نقال کراچی پاکستان میں ہوا۔ انامہ و ناسیہ راجپوتوں۔

مولانا محمد مجتبیٰ خاں صاحب

آپ کی پیدائش ۱۹۰۹ء میں بستی کے محلہ شہزادہ میں ہوئی آپ کے والد کا نام آفتاب احمد خان تھا پنج سال کی عمر تھی آپ کے والد کا انتقال ہو گیا ایک بھائی ایک بہن دونوں یتیم ہو گئے آپ کے چچا جناب مستجاب احمد خان نے بڑی شفقت و محبت سے آپ کی پرورش کی کلام پاک کی ابتدا گھر پر شروع کی اس کے بعد اپنے نانا جعفر فتح محمد خان (رحمت خیل) کے پاس حافضہ کیا بعد ذہین اور پڑھنے میں تیز تھے اسلئے گیارہ سال کی عمر میں ۱۹۲۰ء میں محراب سنائی دوسرا مزید نانا کے پاس رہ کر کلام پاک کا دور کیا اور فارسی کے صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی آپ کے نانا فارسی، عربی کے مکمل استاد تھے گاؤں میں پڑھنے والوں میں انہیں کے پڑھنے ہوئے تیار کرتے تھے حتیٰ کہ قریبی مواضع میں بھی جیسے جڑوہ وغیرہ۔

اسکے بعد چچا مولانا عثمان خان رحمانی کے ساتھ قدیم جامعہ رحمانیہ دہلی چلے گئے

اپنی قابلیت کی وجہ سے جلد ہی اساتذہ کی نظروں میں چڑھ گئے جہاں ۱۹۲۷-۲۸ء میں عاقبت اور ۱۹۲۹ء میں تفصیلات مکمل کر کے استاد حاصل کیں اور پھر چچا موصوف کے ساتھ مدد اس جامعہ عربیہ راشدہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا آپ کی قابلیت کی دلیل یہ ہے کہ جامعہ عربیہ راشدہ میں تقسیم کتب کا مسئلہ آیا تو بہت سے اساتذہ و مدرسین نے اپنے تئیں مذہب ہوا تو آپ نے فرمایا جو بھی مضمون یا کتاب آپ حضرات کو ملے معلوم ہو مجھے دیدیں اور چار سال وہاں کے قیام میں سلسلہ چلتا رہا کہ وہ مضمون نو و جدید استاد نہ پڑھا پاتے تھے آپ پڑھاتے تھے اور جب یہ سلسلہ ختم کر کے آپ لوگوں کو موسم بیگ سے جڑ گئے جو مسلمانوں کی واحد جماعت تھی اور اس میں آپ کے اپنے نمایاں انداز سے پارٹی میں کام کر کے ضلعی و صوبائی ممبر بن گئے۔

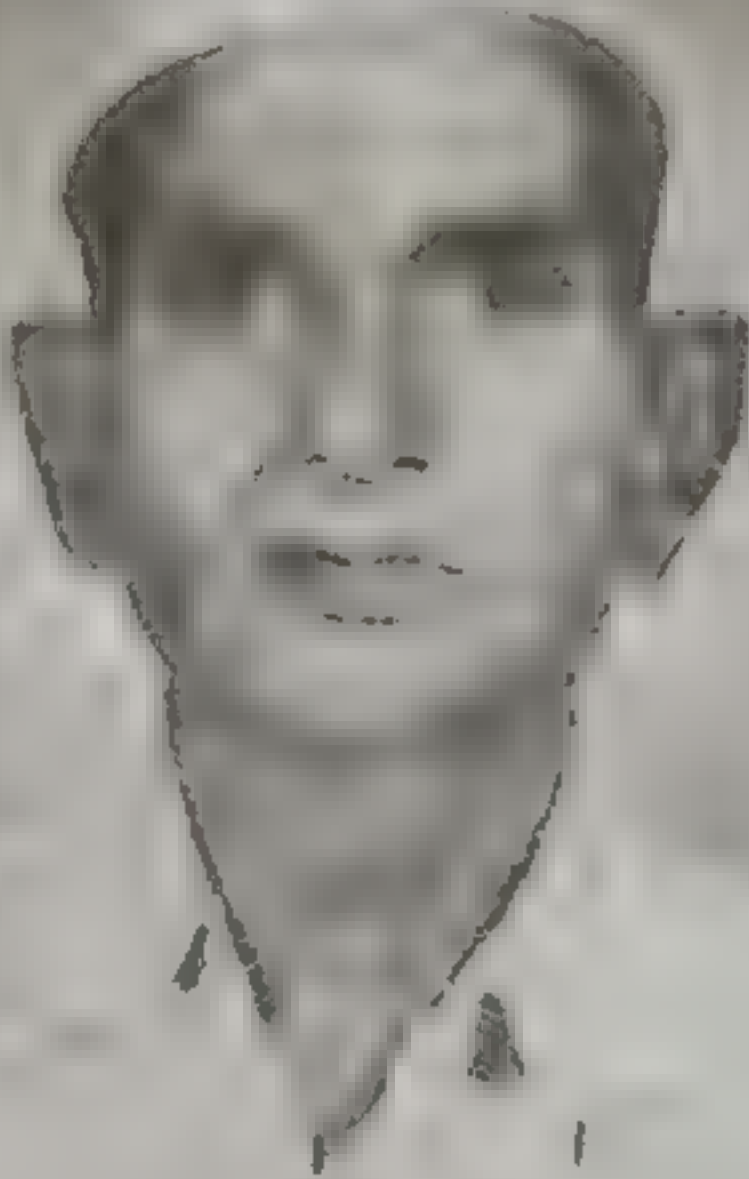
۱۹۴۲ء میں جب گڑھ ملکیشور کی قتل و غارتگری کے ساتھ شاہجہاںپور میں آٹ میں آیا اور کثیر تعداد میں گرفتاریاں ہوئیں تو آپ کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفت کر لیا گیا بعد میں آپ ضمانت پر رہا ہوئے جو دو گارنٹ کیس میں جیل میں تھے ان کا مقدمہ ہائی کورٹ چلا گیا۔

پاکستان کا قیام عمل میں آگیا تھا میرٹھ کے بیرسٹر محمد اشرف پاکستان جا چکے تھے اور ابتدائی گورنمنٹ میں کثیر آباد کاری ہو گئے تھے انہوں نے اخبار اور ریڈیو پر گڑھ ملکیشور اور شاہجہاںپور کے فساد کی خبر سنی تو شاہجہاںپور کے پٹھاؤں کو پاکستان منتقل ہونے کے لئے پیغام بھیجا کہ ہندو آدم میں آپ لوگوں کے لئے آبادی اور زراعت کے لئے زمین ہے آپ لوگ آجائیں جس پر ایک مشاورتی ٹنگ ہوئی اور جو لوگ جیل میں تھے اور مقدمہ چل رہا تھا ان کی وجہ سے نفی میں جو ب رہا گیا بیرسٹر صاحب نے دوبارہ اسپیشل ٹریس اور سیفٹی گارڈ بھیجنے کی پیش کش کی اس پر ایک بڑی ٹنگ ہوئی ذمہ درحضرات نے اپنے خیال کا اظہار کیا کچھ زیادہ جاننے کے حق میں تھے آخر میں مولانا نے اپنے خیال کو

ظاہر کرتے ہوئے فرمایا اگر آپ لوگ چلے جائیں گے تو جن سنگھ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائیں گے گا اور لنگا جتنا دریاں مسلمان تپید ہو جائیگا۔ یہ آپ کی بستی ہے جس سے شکست کھا کر جن سنگھیوں نے میرٹھ اور مظفرنگر کے دو آبہ کے مسدودوں کو نہیں چھوڑا ورنہ مسلمان کا نام لینے والا نہیں رہتا اور اگر وہ جلتے تو منہ بہب تبدیل کرنے پر مجبور کر دئے جاتے۔ آپ سب جائیں میں نہیں جاؤں گا۔ میں مرنا ہے مولانا کی تقریر پر گاؤں الشکر اکبر کے نعروں سے گونج گیا اور مولانا کے بیان پر فیصلہ ہوا یہ مولانا کے عزم اور استقلال مزاحمت کی دلیل ہے۔

جناب عیاض اللہ خان ایڈووکیٹ

عیاض اللہ خان فیاض اللہ خان صاحب کے ڈاکٹر صاحب سے چھوٹے بیٹے ہیں آپ کی پیدائش ۱۹۵۸ء میں بستی میں ہوئی ابتدائی تعلیم ڈاکٹر صاحب کے ساتھ کھٹوا اور پھر ماپھرہ اور اس کے بعد علی گڑھ یونیورسٹی سے ۱۹۸۱ء میں بی۔ اے۔ کیا اور دہلی یونیورسٹی میں وکالت کی پریکٹس شروع کی اور قابلیت کی بنا پر ایک ماہر قانون کی حیثیت سے قانونی حلقوں میں خود کو ممتاز کرایا اور ۱۹۸۲ء میں بار ایسوسی ایشن کا الیکشن لڑا اور غیر معمولی ووٹ حاصل کر کے مقابل کو ۲۵۲ ووٹوں سے شکست دی اور ۱۹۸۲ء میں جنرل سکریٹری منتخب ہوئے۔ ہندوستان کی تاریخ میں خصوصیت سے آزادی ہند کے بعد نئی دہلی بار ایسوسی ایشن میں پہلے مسلمان جنرل سکریٹری ہیں یہ اعزاز حاصل کرنے والے مسلم ہونہار فرزند قصبہ شہجہانپور کی اولاد افغانان سے مورث اعلیٰ کی اولاد ہیں۔ افغانان بسحق کے لئے فخر کی بات یہ ہے کہ ان کا بیٹا اپنی قابلیت اور مقبولیت کے باعث راجدھانی کی کورٹ کی بار ایسوسی ایشن میں جنرل سکریٹری کیلئے منتخب ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ترقی اور عزت میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔



جناب اشفاق حسن خاں

جناب فیاض اللہ خاں

جناب فیاض اللہ خاں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے جناب فیاض اللہ خاں کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بستی سے پرہیزی سکول میں کی۔ اسکے بعد مدرسہ اسکول ماچھہ سے مڈل کلاس پاس کی اور چھ ماہیہ زمینداری کے کام کو نبھانے میں لگ گئے آپ کے بڑے بھائی جناب ممتاز اللہ خاں صاحب تقسیم ہند کے بعد یاستاں جا کر ذرا سا تھانہ میں مستقل سکونت پزیر ہوئے تھے وہ دور کی ویدو تاج بھی تھے وہاں رہے۔ فیاض اللہ خاں شاہجہانپور میں رہے۔ ان کا مکان شہر جناب دیون دولت خانہ کا دیوانہ تھا جس میں ان کو مردانہ مکان کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا تھا اور وہ مکان زمانہ سے اس کے شمار میں آئے بیٹوں نے ایک نئی سرت بنائی جسے بیٹھک کے طور پر استعمال کرتے ہیں اس پر دوسری منزل پر زنا رہائش ہے۔

جناب فیاض اللہ خاں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دہائی بڑے بھائی سے ڈاکٹر میں ان سے چھوٹے یونیورسٹی ان سے چھوٹے سینے زمینوں کے کام کو دیکھتے ہیں جو تھے ان کے انجینئر میں پانچویں چوٹی کی فریڈرکسٹ ڈیوٹی میں کرتے ہیں چھٹے ۵۵ روپہ میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ فیاض اللہ خاں نے بہانوں کو سلی قسم کی تعلیم دہائی دی ہیں کئی مقبول صحرائی زمین بھی مہیا کر کے باغ پرورش کئے اور مڑا ہتھ سے شہاں میں مورت جناب عبدالغفار کے قبر کو رتانا دھرو سے۔ ستھ سے زمین باڑہ دکانیں بنو کر کر یہ ہر ہتھ دیں جن سے ان کے بھروسہ کو معقول رقم ریر کی معنی ہے مرنید فیاض اللہ خاں نے اپنی زندگی میں اپنے وارثان کے سوا وہ کارنامہ انجام دیا جسے کم ہی دیکھتے ہیں آپ مکان کی تعمیر کے دوران ایک دیوار ہر سے پھساکر گئے جس سے زیادہ چوٹی کی دیواری میں معقول صلاح کرایا کافی مدتی کے بعد آپ نے ۱۹۹۵ء میں بستر کو وقت پائی اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔

جناب اشفاق حسن خاں

اشفاق حسن خاں پسر جناب عنایت اللہ خاں ۲۹ دسمبر ۱۹۰۴ء کو شاہجہانپور میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق خاندان سادھو خیل کہ جن کے موٹ جناب ملازمت خاں تھے اس سے پہلے آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد کی زیر سرپرستی گھر میں اس کے بعد شاہجہانپور میں اور پھر مڈل کلاس تک حاصل کی۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد اپنے بھائیوں کی سرپرستی کی اور اپنے زمینداری کے کاروبار کو دیکھتے رہے اس کے بعد آپ نے دہلی فروٹ منڈی میں چند آرٹوں سے اپنے تھے مراسم پیدا کئے اور گاؤں کے امیری برادری کے لوگوں کو دہلی منڈی سے باغات کی خریداری کے لئے دو پیہ فراہم کر کے اور اپنا شیر باغات میں رکھ کر کاروبار کیا یہ کاروبار ایک عرصہ تک چلتا رہا امیری شکاری قوم ہے اس وجہ سے اشفاق حسن خاں کو بھی شکار کا شوق ہو گیا اور امیریوں کے ساتھ شکار کھیلتے رہے اور ۱۹۹۶ء میں آپ نے ایک رات شیر کا شکار کیا جو آدم خود ہو گیا تھا یہ عنایت پور عرف نیا گاؤں تحصیل تھانہ گڑھ بکیش ضلع میرٹھ میں جواب غازی آباد ہو گیا ہے، مارا تھا بعد میں آپ اپنے باغات کی آمدنی پر اچھی آرام کی زندگی گزار کر ۱۹۹۳ء کو انتقال فرما گئے اللہ اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

آپ بدوق کے دو فائر اس انداز سے کرتے تھے کہ سینے والو کو ایک فائر معلق ہو۔ گویا آپ اس فن میں ماہر تھے۔



مولانا محمد عثمان خصال رحمانی



محمد ریاستمند خصال

الحاج ڈاکٹر ظفر اللہ خان

ڈاکٹر ظفر اللہ خان جناب فیاض اللہ خان کے بڑے صاحبزادہ ہیں آپ کی پیدائش جون ۱۹۵۳ء میں ہوئی ابتدائی تربیت میرے والد مرحوم مشکور احمد خان کی گود میں ہوئی مکتب میں جانے کی عمر تک ان کے پاس زیادہ رہے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مدرسہ میں اس کے بعد کھٹور کے انگریزی اسکول میں اور پھر ماچھر کالج سے انٹرمیڈیٹ کر کے حکیم اجمل خان طیبہ کالج دہلی میں داخلہ حاصل کرنے کی جدوجہد کی ناکامی میں علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اللہ کا کرم چونکہ جدوجہد جاری تھی طیبہ کالج میں داخلہ مل گیا اور ۱۹۸۰ء میں اعزازی حیثیت سے بی۔ یو۔ ایم۔ ایس میں گورنمنٹ میڈل حاصل کیا اور پریکٹس شروع کر دی مطب اچھے ڈھنگ سے چلا مگر رجحان سیاست کی طرف تھا اسلئے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا ۱۹۸۵ء میں جناب چندر شیکھر صاحب کی جنتا پارٹی کے ٹکٹ پر اتر پردیش کے اسمبلی حلقہ کھٹور سے ایم۔ ایل۔ اے کا الیکشن لڑا چونکہ الیکشن میں برادری واد کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا اسلئے الیکشن میں تیسری پوزیشن پر رہے بستی شاہجہانپور افغانستان شاہجہانپور کے تاحال ایک ہی فرزند ہیں جنہوں نے اسمبلی کا الیکشن لڑا ہے۔ ۱۹ جون ۲۰۰۱ء میں گاؤں گاؤں میں پنچایت کا الیکشن پر دھان امیدوار کی حیثیت سے لڑ کر کامیاب ہوئے اور پردھانی کا چارج حاصل کر کے گاؤں میں غیر معمولی کام کرائے اور عوام میں عزت اور ہمدردی حاصل کی محنتی اور ایماندار ہونے کی وجہ سے عوام میں مقبول ہیں خدمت خلق کا جذبہ ہر دو طرح پر دھانی اور ڈاکٹری میں خوب ہے ۳۱ اکتوبر ۲۰۰۲ء کو گورنر شہر اتر پردیش نے اتر پردیش اسٹیٹ جج کمیٹی کا تین سال کیلئے ممبر منتخب کیا اور ۲۰۰۲ء کو میرٹھ بجلی صلاح کار کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے۔ آپ اتر پردیش پردھان سنگھن کے



جناب فیاض اللہ خان



دیوان خانہ دیوان دولت خاں حال مکان

نائب صدر اور کھٹور و دھان بھلکے پر بھاری بندے لگے۔

نواحی مواضع میں اچھی واقفیت ہے۔ اور لوگ عزت دیتے ہیں۔ آج گاؤں میں صفائی راستوں کی مرمت سے چیل وغیرہ لگا کر گاؤں کی حیثیت میں غیر معمولی سدھار کیا اور گاؤں کے گندے پانی کو تالاب میں جانے سے روکنے کیلئے تالاب کے اطراف تالے بنانے کا کام جاری ہے سڑک ہفتہ کی جانب گاؤں کی مشرقی آبادی کا گندہ پانی تالے میں ڈالنے کے لئے نالہ مکمل ہو چکا ہے باقی اطراف میں الشاء الشاء تالے جلدی مکمل ہو جائیں گے۔

نظم بسلسلہ تاریخ مذکور

میرے عزیز برادر جناب افضل الرحمن خان افضل فرزند جناب فضل الرحمن خان شاہجہاں پور نے مندرجہ نظم بستی اسکی آبادی باشندگان بستی کے مکمل حالات جو میں نے پوری تاریخ میں نظر ہر کے اپنے ان اشعار میں بیان کر دیئے۔ غور فرمائیں۔ ماشاء اللہ۔

دوست عسلے جد عباس افغان	سلاشاہجہاں فخر جہاں ڈیستان
دوست خان فخر زمان	پسر نہار خان و مہری افغان
سلاار اورنگ زیب کے ہم کاب	امراء و رنگ زیب کا پایا خطاب
ہاں کو ہی کر عباس نے	ایک احساں کیا الشانیت پر عباس نے
اس فخر پر سنیں جناب	اسٹارف انڈیا کا پایا خطاب
سنو دیو آباد یہ قصہ	ساڑھے تینیس موضع تھے اطراف قصہ
انہیں لی شال لہم جی ہوا افضل	حقیقت داستان ہے نہیں ہے محمل
نائب کامر نہ ہے یہ امن کا لہر ہے	کردار میں اعلیٰ یہاں ہر فرد بشر ہے
ہم نے باغات میں لب گل میں کھلے	اطراف و جوانب میں شہرت میں یہ پائے

جناب محمد افضل خاں افضل



مغرب میں بہتی ہے یہاں شاخ نہر بھی
شمال میں بہتا ہوا اُگ راجہ بہر ہے
یہ بستی افغان ہے نام اسکا شاہجہا پور
بستی سے گذرتی ہوئی پختہ سڑک بھی
ہے وسط میں تالاب کا منظر بھی عجیب
ہر قسم کے میوے ہیں تو ہر رنگ کے گل ہیں
ہفتہ میں پنجر کو لگتی ہے جوبازار
پختہ ہے یہاں غلہ گڑ، کپڑا، سبزی و زراں
گیارہ مساجد ہیں تین مندر یہاں آباد
افغان دھوبی ویش اور حجت م
انفساری بھاٹ درزی چکار
پنڈت، قاضی، بیضہ فروش، کمار
ندانی، قمریشی، کوہلی اور شیخ
مالی، بھنگلی، رنگڑا اور نیلگر

گھر یہاں مسلم پوہوں کا بھی آباد ہے

ہر طرح سے مطمئن اور دلشاد ہے

جناب افضل الرحمن خان خاندان شہزادگان سے تعلق رکھتے ہیں جیساکہ
اوپر ذکر ہے جناب فضل الرحمن خان صاحب کے صاحبزادہ ہیں علم دوست حضرات
میں شمار ہے میرے عزیز قریبی اور بڑے مہربان ہیں انتہائی محبت فرماتے ہیں
بہت خوش مزاج اور مجلس آدمی ہیں میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری اس تاریخ افغان
شاہجہا پور کے لئے یہ نظم کے اشعار لکھ کر تاریخ میں مکمل حیات بیان کر دیئے۔
اور جلا بخشی۔

اسکے علاوہ یہ بھی بتاتا چلوں کہ مجلسی آدمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ادبی



کتبہ اندرون مقبرہ مورت اعلیٰ

۱۲۹۰ء تا ۱۳۰۵ء اور ۱۳۰۷ء ہر مرقوم ہے جس میں خان کلشمار بہادران میں صفحہ ۳۰۷ پر کیا گیا ہے دولت مصری و عنایت افغان ہر سہ ہزاری پانچ سو سو کے منصبدار تھے آپ کے پوتے بہار خان تین ہزاری ایک ہزار سوار کا منصب رکھتے تھے ان کا ذکر اخبارات المرحوم سر جنوس ۲۶ شمس ۱۳۰۷ میں مرقوم ہے بہار خان دہلی جا رہے تھے کوچہ بہار خان ن سے منسوب کیا جاتا ہے۔

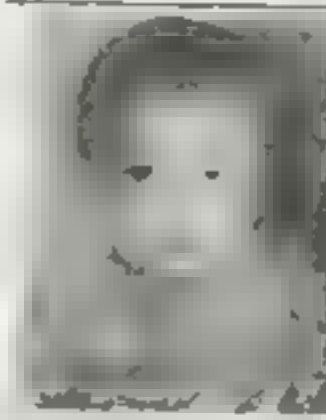
محمد ولی اللہ خان ولسکیم اللہ خان
(بیکے از نسل عباس)

خال ساکن لاہور

اگے پیش ہے شجرہ نسب جناب محمد قدس خان مورث علی ان کے بیٹے جناب دیوان دولت خان اور پوتے جناب مرزا خان، مصری خان، رحمت خان، رحیم خان، تاج خان، عنایت خان، شادبت خان، دلازک کرہ فی دودگر خیل آبادگان بستی شاہجہانپور تحصیل مواد، ضلع میرٹھ۔ تاحال۔

مصنف:

مرغوب احمد خان



کس فیض احمد خان

خاندان مصری خیل کے جناب گلاب خان کی اولاد میں ایک کس بنچہ فیض احمد خان بن سراج محمد خان بن مشتاق احمد خان بن عبدلہادی خان بن عبد الرزاق خان بن گلاب خان۔

مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خان

دیوان دولت خان

مصری خان
مرزا خان
خاندان مرزا خیل اور مرزا خان

دارت خان
امیر خان
علی محمد خان
سارو خان
مگوان خان
اولاد فخری

عبدلہ خان
حسن خان
عطاء اللہ خان
احمد اللہ خان
اولاد فخری
اولاد فخری

شریف اللہ خان
حمید اللہ خان
عبد اللہ خان
صفی اللہ خان
اولاد

اسلام اللہ خان
قادر اللہ خان
عبد اللہ خان
عمر خان
اولاد فخری
عبد اللہ خان
رحمت اللہ خان
عشرت اللہ خان
عزت اللہ خان

ظفر اللہ خان
یان اللہ خان
ریاض اللہ خان
ساعت اللہ خان
رفقت اللہ خان
شجاعت اللہ خان
احمد اللہ خان
عبد اللہ خان
عمر اللہ خان
زیم اللہ خان
داود اللہ خان

عطاء اللہ خان
جواد اللہ خان
وسیم اللہ خان
عرفی اللہ خان
احمد اللہ خان

مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

دیون دولت خاں

محمود خاں	عنایت خاں
اولاد مختری	خانم عنایت خاں
بنجابت خاں	نامہ خاں

کرم خوں فضیل امام خوں علی شرف خوں نجف خوں دلاور خوں غلام امام خوں

مفتاب خس	مستجاب خس اولاد مختری	کامیاب خس لاول	مظفر باب خس جیلاد و خان لاول
1	فوز مرزا خس فخر مرزا خس فخر مرزا خس		

محمد سعید خاں		عبد الرشید خاں		اولاد حضرتی	
اخلاق احمد خاں	لا ولد	ذریہ محمد خاں	امیر محمد خاں	بشیر محمد خاں	لا ولد

نقیس احمد خاں	جلیس احمد خاں	انیس احمد خاں	محمد یونس احمد خاں
لاولہ	لاولہ	لاولہ	لاولہ

محمود جارت خاں پاکستان
قصص الزماں خاں
فخر الزماں خاں

محمد یحییٰ زماں خاں محمد قمر زماں خاں محمد شمس الزماں خاں محمد شیر زماں خاں

محمد بن الزمخشري محمد بن أبي بكر الكاشف الزمخالي فريشان الزمخالي كاشف الزمخالي

قدیرت العین خاں رحیل ریوس خاں عدیل الزمان خاں

دوست محمد خصال غوث محمد خصال الطاف محمد خصال استغاث احمد خصال عی ز احمد خصال سراج محمد خصال
لاولہ لاولہ

الصفات الخصال صفات الخصال صفات الخصال

محمد انور خان محمد یوسف خان سلطان احمد خان قزاق احمد خان ظہیر احمد خان قمر احمد خان

محمد کرم خاں محمد اسلم خاں محمد سرور خاں محمد الف خاں

انس احمد خان عارفان احمد خان محمد عارف خان محمد اعجاز خان

مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

دیوان دولت خاں

راحت خواں
لاولہ

نہایت خفا

شیعہ امت خواں زبردست خواں
اعظم خواں لا اولد
اولاد آخری شاہ بخانہ میں بیٹے حکیم

اعظم خاں
 اولاد اختری شہجیانہ میر بیگم حکیم
 ثابت خاں
 سعادت یار خاں عرف سادو خاں
 فخر خاں
 فخر خاں
 فخر خاں
 فخر خاں

سید الشہداء
فتح علی شاہ خواجہ
عظیم شاہ خواجہ

عبد الرحیم خواجہ
عبد الغفور خواجہ

سعید شاہ خواجہ
ادب و جبری

رحمت خاص	کهایت المقدس	عنایت شرفا	عبد اللطیف	عبد العظیم	عبد العظیم
مشتاق احمد			لاوند	لاوند	لاوند

حکام الشيوخ
 احتشام السرحان
 خرفت السرحان
 شعاعت السرحان
 اولاد خوي
 اولاد
 امير افترخان
 شهباز حمرخان

عبد الرحمن بن محمد
أبو عبد الله

سعود ارشد خان
محمد علی خان
علی محمد خان
خضر محمد خان
سید احمد خان
سید احمد خان

محمد عارف خاں	محمد عارف خاں
محمد نادر خاں	محمد نادر خاں

بولبرغزیر خاں فیاض احمد خاں ممتاز احمد خاں
 انہ لاؤ قری عین الحسن خاں مختار احمد خاں
 عبید اللہ خاں
 اولاد دہ ختری

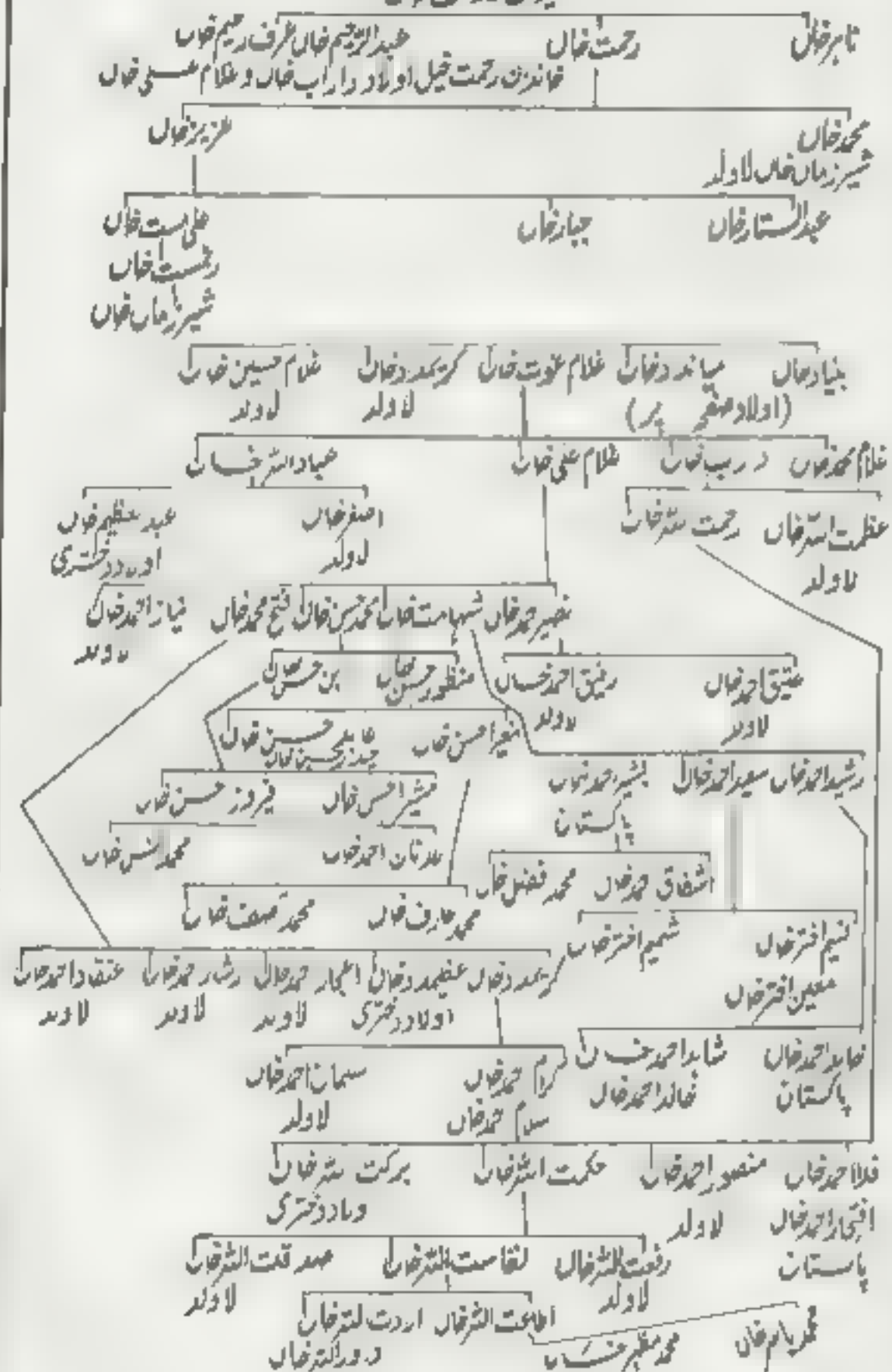
سعدی حسن محمد علی حسن میرزا حسن پیر حسن	ابراہیم احمد خواں	ظہار احمد خواں
---	-------------------	----------------

لادو لادو لادو
 عابد حسن خاص

فرزند اختر خاں بنجیب اختر خاں

مورث اعلیٰ جناب ولیان عباس خاں

دیوان دولت خان



دیوان دولت خاں
عبدالرحیم خاں عرف رحیم خاں
خواہان شہزادگان اولاد حسین
حبیب خاں

عزیز خاں	اکبر خاں
یونس خاں	یسین خاں
	کرم خاں
پھول احمد	محمد کبر خاں
یسین خاں	اولاد مختری
الحاج احمد خاں	ممتاز احمد خاں

اشفاق احمد خان مختار احمد خان انوار احمد خان سراج احمد خان رضوان احمد خان
لاوند لاوند
فرخ سیف فریروز نکت خان سکندر نکت خان مقبول بنت خان گلہا احمد خان
ذوالفقار احمد خان نصیر احمد خان اصحاب احمد خان انتخاب احمد خان سرور احمد خان ارسلان احمد خان
انتصار احمد خان معاذ احمد خان اعتماد احمد خان مناج احمد خان توید احمد خان شہباز احمد خان
شہاب احمد خان
عمر احمد خان برمان احمد خان عرفان احمد خان فغان احمد خان

محمد شاہ کفر خان تاج احمد خان محمد زکریا خان محمد راغب خان
 محمد عامر خان محمد بلال خان

دلیوان دولت خاں
عبدالرحیم خاں عرف رحیم خاں
خواندن شہزادگان اولد یسین خاں
حبیب خاں

اکبر خاں
 حمزہ خاں
 لاؤند
 دولت خاں
 اولاد دخترى
 حسین خاں
 گرم خاں
 محمد اکبر خاں
 اولاد دخترى
 رحیم اللہ خاں
 لاؤند
 امام خاں
 حامد خاں
 شہ مت خاں
 اسرار احمد خاں
 پھول خاں
 نعمت خاں
 اولاد دخترى
 یاسین خاں
 بشیر احمد خاں
 تقیر محمد خاں
 اسرار احمد خاں

انصار احمد خاں
فرقان احمد خاں
پاکستان لاؤند
وقار احمد خاں
عبد العظیم خاں

انتظار احمد خاں
پاکستان

انصار احمد خاں
بصارت احمد خاں

نواز احمد خان افضل احمد خزان انصار احمد خزان اوصاف احمد خزان انصار احمد خزان
 پاکستان استقر احمد خزان

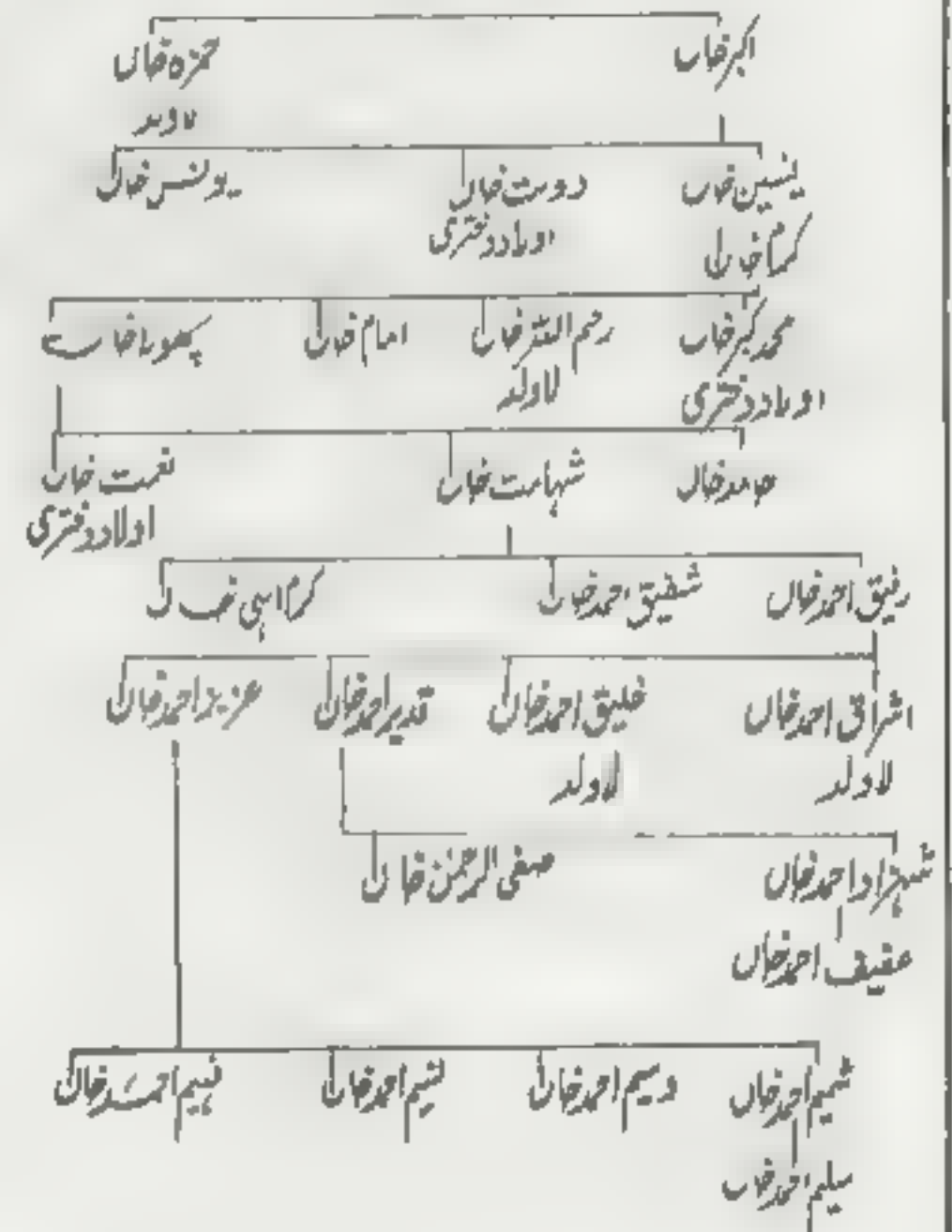
اقبال احمد خاں جہان احمد خاں	کمار احمد خاں	اکرام احمد خاں	آصف احمد خاں
احمد احمد خاں	عمر احمد خاں	سہیل احمد خاں	معراج احمد خاں
عرفان احمد خاں	عرفان احمد خاں	عرفان احمد خاں	عرفان احمد خاں

محمد حسین نایان	محمد احسن خاں
تقدیر حسن خاں محمد زکی خاں محمد ذریعہ خاں	معین اختر خاں
میتب احسن خاں	کلیم اختر خاں
محبیب احسن خاں	مفتی احسن خاں
سب خاں محمد عباس خاں	محمد آصف خاں

محمد عارف خاں محمد عارف خاں محمد ذاکر خاں
محمد عارف خاں غیاث عام خاں فرانہ عام خاں شہزاد عالم خاں عارف نواز خاں

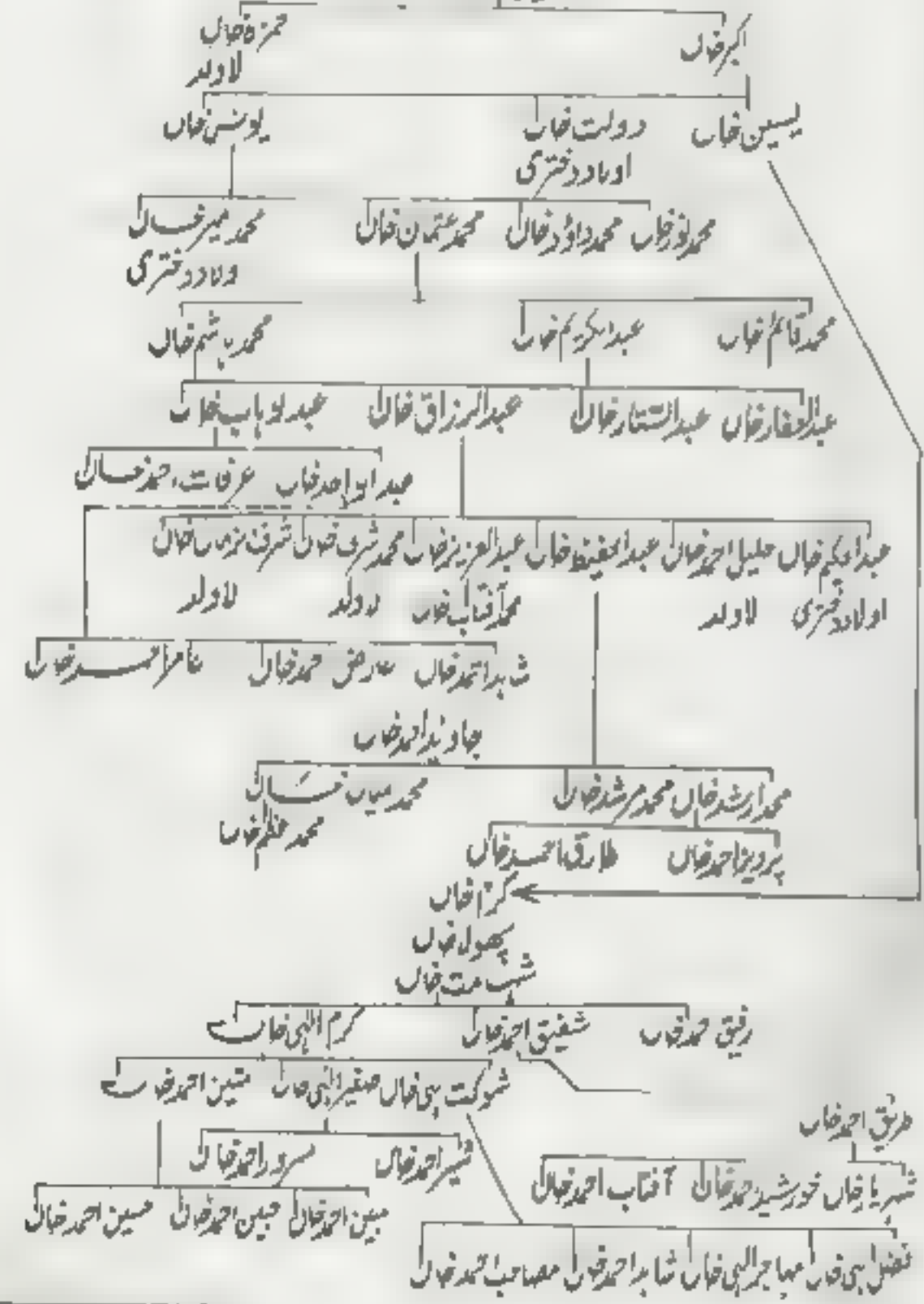
مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

دیوان دولت خاں
عبدالرحیم خاں عرف رحیم خاں
خانہ دکان شہزادگان ولاد یسین خاں
حبیب خاں



مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

دیوان دولت خاں
عبدالرحیم خاں عرف رحیم خاں
خانہ دکان شہزادگان ولاد یسین خاں
حبیب خاں



(۱۲۳)

مورث اعلیٰ جناب یوان عباسی

حمزہ خاں
 ناولہ
 یونس خاں

ابگر خاں
 دولت خاں
 اولاد مختری

یسین خاں

محمد حبیب خاں
 خورشید احمد خاں
 محمد داد خاں
 محمد حسن خاں
 ضیاء اسلام خاں
 محمد عزیز خاں محمد نیر خاں
 محمد نسیم خاں

عبد المجید خاں
 لاؤند
 مستجاب احمد خاں
 محمد مصطفیٰ خاں
 لاؤند
 محمد حسرت مصطفیٰ خاں
 محمد سعید مصطفیٰ خاں
 محمد حماد خاں

شهباز از بخم خصال شیراز بخم خصال سبب بخم خصال

میراث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

یحییٰ خاں دولت خاں
 لا اولد
 محمد یوسف خاں محمد زاو د خاں
 امان اللہ خاں
 یونس خاں
 محمد عثمان خاں
 محمد میر خاں
 اولد د خاں

خلیل الرحمن خان
 محمد عثمان خان
 حبیب الرحمن خان
 اولاد دھڑی
 محمد عمران خان
 محمد عمران خان
 محمد عمران خان
 محمد عمران خان
 اولاد دھڑی

حفصہ الرحمن خاں وصی الرحمن خاں منی الرحمن خاں شہزاد الرحمن خاں مطلب الرحمن خاں

مورث اعلیٰ جناب دیوان عباس خاں

دewan دولت خاں
عبد الہیم خاں عرف رستم خاں
حیدر خان



اقتدار الشرفان اشد و شرفان منظر الشرفان مصباح الشرفان و دعوت الشرفان شیء یغیر قول یا الشرفان رحمت الشرفان صابر الشرفان

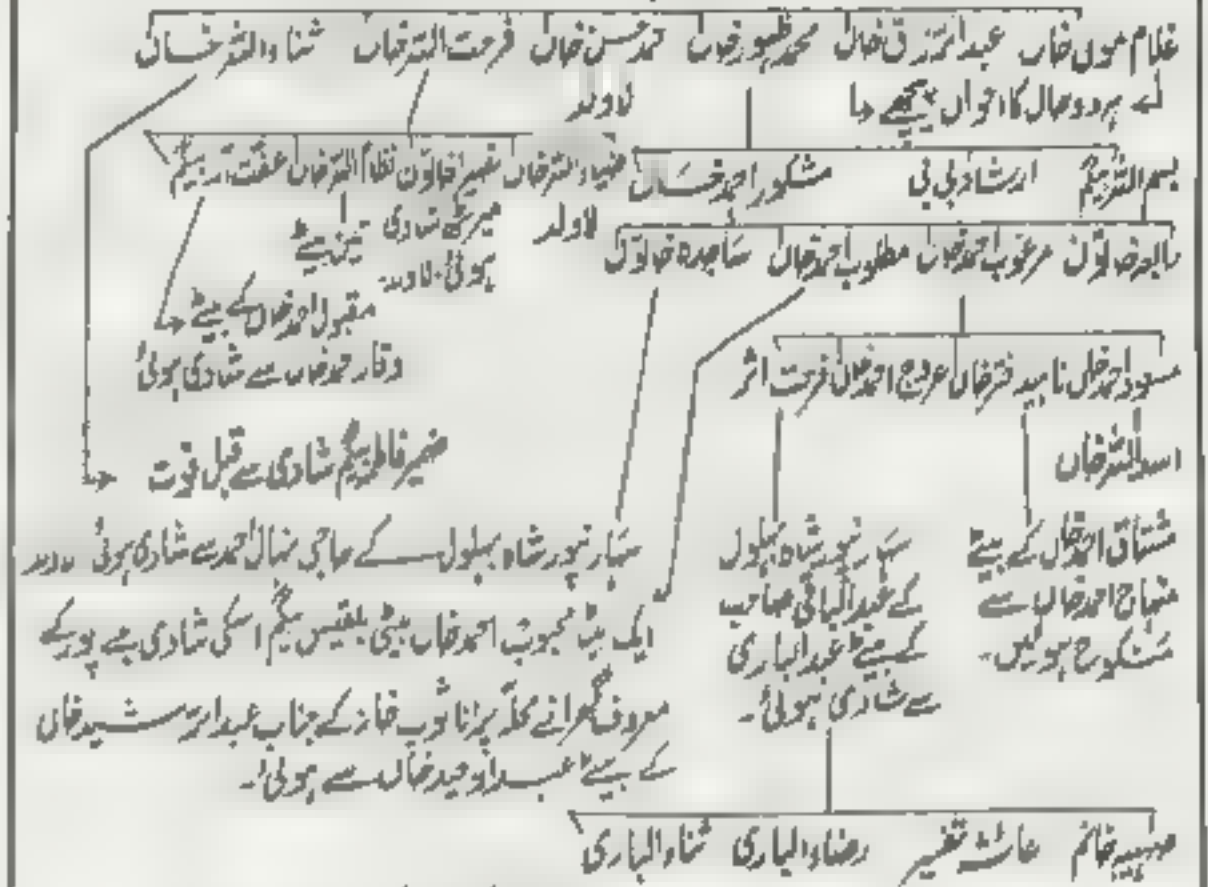
موشی اعلیٰ جناب دیوان عباس خان

دیوان دولت خاں
عبد الرحیم خاں عرف بہیم خاں
خاندان ششہزادگان اولاد پرنس خاں
حبیب خاں



ضمیمہ الرحمن خاں
بابر ضمیر خاں
خاور ضمیر خاں

گلاب خاں



ضرورت نسب نامہ دختران اولاد گلاب خاں بن مان خاں

گلاب خاں کے چھ بیٹے تھے انہیں ایک محمد ظہور خاں کے پوتے مطلوب احمد خاں اور مسرے پھونٹے بھائی رامپتھان ٹونک میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ سرکاری ملازمت کی دور شادی بھی ٹونک میں کی۔ دوا ولاد میں ایک لڑکا محبوب احمد خاں اور لڑکی بقیس بیگم پیدا ہوئیں۔ اچھی تعلیم دہائی رٹائرمنٹ کے بعد بے پور میں رہائش اختیار کر لی اور دونوں بیٹا بیٹی کی شادی بے پور کے معروف گھرانوں میں کی بیٹی کی آمدورفت شہر بھانپور ہے اور رہے گی۔ مگر بیٹی اپنے گھر گھرسی میں گھر کر شاہ بھانپور سے الگ تھلگ ہو جائے گی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسے خاندانی بھی بھول جائیں گے کہ یک بیٹی بے پور میں ہے اسلئے اس تاریخ میں اس کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں کہ اسکو یاد رکھا جائے اسی لئے خاندان کی بیٹیوں کا ذکر ضروری ہوا۔

بقیس کی شادی بے پور کے محلہ پرانا ٹوبہ خاں کی معروف شخصیت اور نگینہ

کے بڑے کاروباری جناب عبدالرشید خاں صاحب کے بیٹے جناب عبدالوحید خاں سے ہوئی۔

آپ کے یہاں نگینہ زرقند کا کام ہوتا ہے اور عبدالوحید خاں اپنے کاروبار کو خود دیکھتے ہیں۔ الشکر شکر بیگم میری بیٹی اس گھر میں رہی ملی۔ اور خوشحال ہے اسکے بھی تین بیٹیاں ہیں۔ نیفین خانم، شہین خانم، نرین خانم۔

ذکر اولاد محمد خاں

تاریخ افغانان شاہجہاں پور زیر عنوان کہ جس میں مورث اعلیٰ دیون عباس خاں کے دوسرے نمبر کے بیٹے دیوان دولت خاں کی اولاد کی تاریخ افغانان شاہجہاں پور کے نام سے درج ہے وہیں محمد خاں اور بیٹے کے حالات بھی ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ کہ محمد خاں کے بیٹے زر و سئے روایت حامد خاں و زر و سئے شجرہ پڑ پڑتے تھے شاہجہاں پور کے رہنے والے۔ اب ہو گئے تھے ان کے پاس شاہجہاں پور میں کوئی جائیداد نہ تھی اسلئے کہ دیون دولت خاں کی بیٹی مکھوئی بی جھکی شادی محمد خاں کے بیٹے عبداللہ خاں سے ہوئی تھی تب دیوان دولت نے اپنے لوا اسٹو شیر خاں کی پیدائش پر ان کے نام کچھ زمین اور باغ کر دیا تھا۔ اور وہ جائیداد رحمت خاں اور رحیم خاں کے زیر تسلط تھی ناگاہ نو شیر خاں کا انتقال ہو گیا اور جائیداد کا دعویٰ از روئے دستاویز ہمت خاں برادر علاقہ عبداللہ خاں سے کیا اور کچھ حاکم نہ ہوا۔ از روئے دستاویز ہمت خاں عبداللہ خاں کے بھائی ہوئے اور زر و سئے شجرہ ہمت خاں کلسے خاں کے بھائی ہیں۔ جب ہمت خاں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی تو حامد خاں از روئے دستاویز ہمت خاں کے بیٹے نے بزور شاہجہاں پور آکر قابض ہونا چاہا تو شرع مانع ہو گئی دستاویز میں حامد خاں ہمت خاں کے بیٹے ہیں اور شجرہ میں حامد خاں بن سعادت خاں بن عبداللہ خاں بن محمد خاں درج ہے یعنی محمد خاں کو شامل کرتے ہوئے جو تھی نسبت ہے اسی طرح ہمت خاں برادر کا سے خاں نوں پشت میں ہیں۔ ہمت خاں بن بہتاب خاں بن سردار خاں بن محمد یار خاں بن عبداللہ خاں بن محمد خاں بن سعادت خاں بن عبداللہ خاں بن محمد خاں۔ اور وہ جائیداد جو نو شیر خاں کو دوست خاں سے ملی تھی نو شیر خاں مرحوم کے والد عبداللہ خاں سے رحمت خاں اور رحیم خاں کو دستاویز کے ذریعہ دے دی جو ہمیشہ شجرہ ہے اس کے بعد نوں پشت میں محمد خاں کی اولاد میں شجرہ کی روئے سے احمد خاں کی ایک بیٹی ہوئی جو عبداللہ خاں سے بیاہی گئیں

عبداللہ خاں کے سلسلہ میں کوئی معلومات نہیں کہ عبداللہ خاں کون تھے اور کہاں سے آئے یہ ضرور ہے کہ احمد خاں کی بیٹی چھنوئی بی سے چار بیٹے ہوئے۔ اُس کے شجرہ میں دیکھیں۔ اور سعادت خاں برادر احمد خاں و محمد خاں لاوہ ہوئے ان تینوں بھائیوں میں سعادت خاں کے بھی اولاد دختر ہوئی اور دو بیٹی۔ ایک دما دھفظ و میداد خاں اور دوسرے داماد کا سے خاں بہر بہتاب خاں تھے جنکی ورد کے شجرہ آگے ہیں۔ دستاویزات مع مفہوم شجرہ کے ساتھ ہیں دستاویزات مہمد قہر بامہر ہیں اسلئے دستاویز کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا اسوجہ سے شجرہ اور دستاویزات میں اختلاف ہے دونوں میں مطابقت نہیں۔ بہر حال شجرہ نسب زحافظہ رحمت عبداللہ خاں پیش ہے۔ تا ظہر بن غور فرمائیں۔

شجره نسب اولاد محمد خاں

مورث اعلیٰ دیوان عباس خاں



سوال میکند و شهباز بحق خود میخواهد ضعف العباد محمد اکبر خاں بن رحیم خاں بن دولت خاں بن عباس خاں قوم افغانان دلازاک یسین خیل ساکن شاهیچا پندهرگز با پندرتا بیچکند که بعد از مدتی با صاحبزاده دارالخلافه شاهیچا اباباد از سادات عظام و مشایخان ذوی الاحترام و چود صریحان و قاضیان و قضات و ابائی و موالی و از جمیع با سکنه پندرتا مسطور بر این معنی که بر هر کس بود او منکشف است که بی بی مکھونام دختر دولت خاں همیشه رحمت خاں و رحیم خاں و ناصر خاں و جلال خاں و سائل بعد از رحمت خاں پسر محمد خاں که در اتریس استقامت داشت کتخدا شده بود عبد الله خاں مسطور را از اسباب آمده منکوح کرده باز به اتریس رفتند و آنجا رفتی یک پسر تو شد نوشیر خاں نام داشت و چون خبر تو شد شدن در شاهیچا پندهر رسید رحمت احمد خاں جنم مبارکبادی نمود دولت خاں پدر خود بروند گفتند که پسر بی بی بی مکھو عاجزه اس صاحب تولد شد خاں مسطور فرموده که شما هم چیزی بفرسید خاں مذکور عرض کرده که در خانه آنها دولت بسیار است مگر زمین باغ با هم نواسه خود بدینند دولت خاں جیوز زمین باغ با هم نوشیر خاں نواسه خود دادند رحمت خاں باغ بموجب درخواست در زمین مذکور نام آراسته ساختند و باغ مذکور تا بزرگ است نوشیر خاں در تصرف رحمت خاں مذکور ماند بعد از این که نوشیر خاں فوت شد و بیج در مانگا داشت و عبد الله خاں ولی مکھونی بی مگر رحمت خاں برادر علای عبد الله خاں آمده دعوی باغ اند رحمت خاں نموده بیج پیش رفت نشد در بیج و ولد حامد خاں پسر رحمت خاں برادر علای عبد الله خاں از روستا متردی میخواهد که بر باغ تصرف نماید از روستا شریعت دعوی حامد خاں مرحوم نمی رسید هر کس که صحبت این حال و صدق این مقال آگاهی و اطلاعی داشته باشد صحبت شرمبر و گواهی برای قرطاس ثبت نماید که عند الله ماحور و عند الناس مشکور گردد.

گواه حسن خاں زمیندار شاهیچا پندهر	گواه رحیم خاں زمیندار شاهیچا پندهر	گواه اسمعیل خاں زمیندار شاهیچا پندهر
گواه سلطان خاں زمیندار شاهیچا پندهر	گواه سید خاں زمیندار شاهیچا پندهر	گواه مستب رخاں
گواه سید فرزند خاں خوش شاهیچا	گواه جان باز خاں	گواه قادر و دولت خاں ولد فرزند رخاں

مفہوم دستور محمد اکبر خاں بن حبیب خاں بن رحیم خاں بن دوست خاں بن عباس خاں قوم فغان درناک
 یسین خیل ساکن شاہجہانپور بہرگنہ باپوڑ تحصیل سمنڈر بادشاہ قہرہ و درخندہ شاہجہان آباد
 (حال دہلی) کہ سادات عظام و رشتہ خاں کہ قابل احترام و چودہرین (عقدہ کے بہتیت یوں)
 و قافلہ گویان و قاضی حضرت اور باں موی رہا تھے رہتے دے) رہے ساکن مذکورہ میں
 ہر کسی پرانہا یہی کہی جاتی تھی کہ نام بیٹی دولت خاں کا ہے جو رحمت خاں رحیم خاں اور نامہ خاں
 کی ہمیشہ میں اور جو اس کا سار کے جد (رہے) میں عبد اللہ خاں بہر محمد خاں سے جو پڑا
 میں سکونت اختیار کئے ہوئے تھے منسوب ہونے تھے در عبد اللہ خاں مذکور رحمت خاں
 مذکور کی بہن کو اڑیسہ سے آکر نکاح کر کے لیئے تھے و رہا جانے پر نئے سے یک ٹکایدا
 ہوا جسکا نوشیر خاں نام رہا جب اس کی پیدائش فی خبرش سمجھو پڑی رحمت خاں جذبہ مبارک
 سے اپنے واسد دولت خاں کے پاس پہنچے و عرض کیا کہ نکھوئی کی کے ٹکایدا ہو ہے۔
 خاں مذکور نے فرمایا ہم ان کو کی چیز بھیجیں خاں مذکور نے عرض کیا اس کے گھر میں دوست بہت
 ہے اپنے لوا سہ کے نام باغ و زمین دیں دولت خاں کہ سلامت رہیں و اسے نوشیر خاں کے
 نام سے دی و رحمت خاں نے مذکورہ زمین کی ایک تحریر بھی کر نوشیر خاں کی ملکیت معرفت
 رحمت خاں رہے گی اور نوشیر خاں نے مرنے کے بعد کوئی وارث چھوڑے عبد اللہ خاں و زلی کی مکھو
 مگر بہت خاں جو عبد اللہ خاں کے عذاتی بھی تھے نے کر رحمت خاں سے باغ مانگا (دعوی کیا)
 مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی سب سے بہت خاں کے بیٹے حامد خاں نے بزور باغ قبضہ کرنا چاہا۔
 شریعت کی رو سے مروج کے حق پر دعویٰ ٹرانڈاز نہ ہوا جو شخص کسی سے ہاں در مامد کی پجائی
 سے واقف ہو و خبر نہ تھا ہوا کہ صفر و ناظر جہتے ہوئے اس پر مہر و روئی کرے
 کہ اس کے حضور مشکور ہو۔

گواہ حسن خاں زمیندار شاہجہانپور رحیم خاں زمیندار شاہجہانپور
 گواہ سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور
 گواہ سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور
 گواہ سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور سید محمد خاں زمیندار شاہجہانپور



نقل کا ترجمہ سعادت عبد اللہ و محمد رحمت ناعین و طالب حق بلطف غرض ان ایں نوشتہ
 ایں کہ منک سعادت خاں و عبد اللہ خاں بن محمد خاں فغان ام چونکہ یک قطبہ باغ حدات اشجار انہ
 وغیرہ کہ حضرت قبلہ کا ہے ام سال معرفت اہتمام خاں صاحب رحمت خاں جو رحیم خاں جو و درخندہ و خاں
 ابن عباس خاں جو در رقبہ موضع شاہجہانپور فغان محلہ بہرگنہ باپوڑ تاج چک سکندر بادشاہ قہرہ و درخندہ
 دادہ شایندہ بود در نیولا و منقر باغ مذکورہ را برض و رغبت خود در ثبات نفس و جوارح عقل
 بنا کر ہا و جبار اور ملکیت و تصرف فرزندان دادہ دیاں رحمت خاں و رحیم خاں مذکورہ و اہم
 و سر درختی و درختی شمرہ و غیر شمرہ آنرا ایہ نمودیم کہ ہمیشہ پیش و رحمت تصرف خود داشتہ
 باہمیتان خود نماید منہدم نہ شود کہ اسم بزرگ دارم قائم باشد کہے را برادران و اولاد و رشتان
 مارا از اولاد دیاں رحمت خاں و رحیم خاں باغ دعوی طلبی و خصوصتی نیست و زندہ و اولاد دیاں
 رحمت خاں و رحیم خاں جو مختار است خواہ خود دارد و یا بدیگوسے بدہ اگر کہے بزور خواہد کہ بگردد
 باطل است بنا بر ایں چند کلمہ مطبق بہ نامہ شرعی نوشتہ دادہ شد کہ تالی الی سند ہو تحریر فی التاریخ۔
 مفہوم یہ کہ سعادت خاں و عبد اللہ خاں کہ بیٹے محمد خاں کے ہیں یک قطبہ باغ ام جو
 ملکیت ان کی ہے اور اہتمام و انتظام بند رہے رحمت خاں و رحیم خاں پسران دوست خاں کے ہوتا
 ہے جو موضع شاہجہانپور بہرگنہ باپوڑ تحصیل سکندر بادشاہ قہرہ و درخندہ شاہجہان آباد
 کو اپنی مرضی اور شہیک ہوش و حواس میں اولاد رحمت خاں و رحیم خاں کو بغیر کسی دباؤ کے
 جسکی درخت و زمین ہمیشہ کیلئے دے دی کہ اسکو وہ بحیثیت مالک کے رکھیں کہ ہر بادی
 سے بچے اور قائم رہے کہ بزرگوار زندہ رہے کسی کو میرے وارثان میں سے یا اولاد میں
 سے دعویٰ داری کا حق نہ ہوگا گروئی سے و غلط ہے وہ خود مختار ہیں۔ اسلئے یہ چند جملے
 بطور ہم نامہ لکھا کہ دیکھئے۔ ہم نامہ شرعی ہو و رسد ہو۔

قبیلہ یوسف زئی شاہجہانپور

افغانوں کے مشہور قبائل یوسف زئی کے متعلق کئی مورخین کا خیال ہے کہ وہ ان مشہور قبائل سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ذکر یونانی مؤرخین بڑے شد و مد سے کرتے آئے ہیں۔ جنہیں ان مورخین نے پکٹیان کے نام سے تاریخ کے اوراق میں حکم دی ہے کہا جاتا ہے کہ یہ پکٹیان قدیم زمانہ سے کوہ ہندوکش کے ساتھ آباد تھے اور یہاں سے نکل کر وہ بعد میں ان افغانوں سے جاملے جن کا فلسطین کی طرف سے ہجرت کرتے ہوئے غور اور فیروزہ کی پہاڑیوں میں مقیم ہونا بیان کیا جاتا ہے اس نظریہ کے پیش نظر ان مصنفین کا خیال ہے کہ کنڑ اور باجوڑ میں اسپا سی نامی جو قوم بیان کی جاتی ہے اس کا نام ہندو کر ایسپ بن گیا ہوگا اور یوسف زئیوں کی عام بوس چال میں چونکہ یوسف زئی کا لفظ کرا ایسپ زئی ہی کیا جاتا ہے اس سے اس خیال کو تقویت ملتی ہے۔

لیکن ویسے عام افغان اور غیر افغان مؤرخین اور شجرہ نویس اس قبیلہ کے بانی یوسف کو افغانوں کے جدِ اول قیس عبدالرشید کے بیٹے سرا بن کی ولاد سے ظاہر کرتے ہیں اسے سرا بانی پکارتے ہیں یہ سرا بانی بعد میں چکر شیخے و رگوری دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تو شیخے کی اولاد یوسف زئی لگائی اور رگوری پکار سے جانے لگے پھر یوسف زئی بھی دو قبیلوں میں بٹ گئے ایک یوسف کہلائے تو دوسرے منڈر شجرہ نویسوں کے قول کے مطابق یہ منڈر کے دو بیٹوں عمر اور یوسف کی اولاد سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابھی اس وقت شیخے قندھار و بلوچستان کے درمیان آباد تھے عمر نے ہندوستان کی راہ لی و دریا کے بندھ کو عبور کرتے ہوئے حسن ابدالی (پنجاب) میں جا مقیم ہوا۔ اسی جگہ اسکاڑ کا منڈر پیدا ہوا اس نے خود یہیں حسن ابدالی میں وفات پائی۔ تو اس کے قرب میں رہ کی پہاڑی پر دفن کیا گیا بعد میں جب یوسف کو اپنے بھائی کی وفات کا علم ہوا تو وہ حسن ابدالی پہنچ کر منڈر اور اس کی وادہ کو اپنے ساتھ واپس لے گیا پھر منڈر سے اپنی لڑکی بھی

بیابان دی۔

یوسف چونکہ عمر میں بڑا تھا اور بعد میں اس نے منڈر کے باپ کی حیثیت بھی حاصل کر لی تھی اس وجہ سے ان کی اولاد یوسف کے نام سے ہی یوسف زئی پکاری جاتی رہی۔ وہ آپس میں محبت و بیار اور صبح آتشی سے زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اس امر کی ضرورت پیش نہ آئی کہ یوسف اور عمر کی اولاد جدا جدا ناموں سے پکاری جاتی اگرچہ ہم ملک کے مطابق اپنے اندرونی معاملات میں دونوں جدا جدا بستیوں کے مالک تھے وقت گزرنے پر حبیب ان کو افغانستان کا علاقہ چھوڑ کر جو وہ علاقہ یوسف زئی کی طرف آنا پڑا تو بھی وہ یوسف زئی ہی پکار سے جاتے رہے اور تمام مورخین نے یوسف زئی ہی کے نام سے ان کا ذکر کیا۔ حالانکہ افغانستان سے ہجرت کی قیادت ملک احمد خاں منڈر کر رہے تھے موجودہ علاقہ پہنچنے کے بعد اپنی اندرونی تقسیم کے مطابق یوسف کی اولاد تو ضلع مردان کے علاقہ میں مقیم ہو گئی اور منڈر کی اولاد نے دیر سوات و غیرہ کے علاقوں میں ڈیرے جمائے بعد میں حالات نے مجبور کیا تو علاقوں کے تبادلے کا گزیر ہو گئے منڈر پہاڑیوں سے نکل کر ضلع مردان کے میدانی علاقوں کی طرف کوچ کر آئے تو یوسف قبائل اس علاقہ سے نکل کر سوات دیر اور باجوڑ کے علاقہ کی طرف آباد ہو گئے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اندازاً چوتھی یا پانچویں صدی مسیح کے لگ بھگ اس قبیلہ کے اجداد وادی پستاور یا کندھار میں آباد تھے۔ لیکن جب مغرب کی طرف سے مختلف تاتاری قبائل نے یلغار شروع کی اور ان کا دور دراز ریل یا تو یہ لوگ اپنے وطن عزیز کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوئے اور بحیثیت قوم نقی مکانی کرتے ہوئے خدا جلنے کن کن مصائب والام کا مقابلہ اور کن کن علاقوں کی خاک چھانٹنے کے بعد بلوچستان و افغانستان کے درمیانی علاقوں میں جا آباد ہوئے تھے وہاں سے پھر ہندوستان میں صدی عیسوی کے اوائل میں اندازاً اپنی پہلی ہجرت سے ایک ہزار سال بعد دوبارہ ایسے وقت اپنے وطن کی طرف لوٹے جب افغانستان میں خاندان تیمور یہ کامرزا ابغ بیگ حکم ال تھا۔

(بحوالہ یوسف زئی افغان مصنفہ الشہنشاہ یوسفی)

چونکہ بڑا خاندان یوسف زئی قبیلہ کاشا بھیا پور میں محلہ شہزادگان کے نام سے آباد ہے اور اس قبیلہ کے مورث اعلیٰ ہندوستان میں آسنے کے بعد علاقہ روہیا کھنڈ میں عہدہ رحمت خاں میں احمد شاہ ابدالی والی افغانستان کے ساتھ بغرض جہاد فی سبیل اللہ ماہ جمادی الثانی ۱۱۹۷ھ آئے اور جناب مورث اعلیٰ ملا کرم خاں شاہ بھیا پور اکبر آباد ہوئے آج ایک بڑا خاندان انکی نسل میں شاہ بھیا پور کے محلہ شہزادگان میں آباد ہے جن کا شجرہ نسب آگے دیا گیا ہے۔

اسکے علاوہ ایک گھرانہ کمال زرخیز پٹان ۱۱۵۹ھ زامپور (ریاست) کے محلہ کھال پار سے ترک مکانی کر کے شاہ بھیا پور کے محلہ خوشباشان میں اکبر آباد ہوا اس گھرانے کی رشتہ داری پہلے سے خاندان شہزادگان شاہ بھیا پور میں تھی اب مزید رشتہ داری شہزادگان اور خوشباشان محلوں میں ہو گئی ہیں شاہ بھیا پور میں ان کا کاروبار نہر سری بہت اچھا چل رہا ہے ایک نہر سری انڈین فارم اینڈ نہر سری کے نام سے رسول آباد نا پور میں ہے اور ایک نہر سری شہر دہلی میں ہے جسے چھوٹے بھائی یونس خاں چلائے ہیں یونس خاں سے بڑے محمد یوسف خاں گاؤں میں نائب پروہان ہیں۔ شجرہ نگے۔

یوسف زئی قبیلہ کے جناب تبارک اللہ خاں خاندان کے مفوزہ لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ باحیثیت بھی ہیں اور ذمہ دار بھی ہیں مکان کے سامنے مسجد ہے جس کا نظام تبارک اللہ خاں چلائے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ کا مخیرہ حضرات میں شمار ہوتا ہے۔

جناب تبارک اللہ خاں



عیم السرخس

مطفہ اشرف عرف پھول شاہ

محبوب شیرخان عبا و شیرخان کمرخان فتح التترخان
 فتح التترخان
 خیراتی خان
 عبد التترخان
 عبد التترخان
 شوکت التترخان
 حفیظ شیرخان (موسس)
 حسن التترخان فصیح التترخان
 احمد التترخان
 شاه عام خان ورد در قری
 اسد التترخان
 سعد التترخان
 فتح التترخان
 لا ولد

[illegible]

علی احمد خاں	محمد علی خاں	شرافت علی خاں	مظفر علی خاں	خان بی خاں
ممد ترانہ خاں	مظفر علی خاں	مبشر علی خاں		
عمیر باہر خاں	فردوق صفدر خاں	محمد یوز خاں	محمد مسرور خاں	عبد بقیم خاں
شیریں خاں	شاهنواز خاں	شاید خاں	محمد طالب خاں	محمد ششیر خاں
علیم اللہ خاں	عف سر خاں	عنبر علی خاں	بیات اللہ خاں	محمد حافظ خاں
				محمد و لیس قرنی

جماعت الترقى تبارک اللہ فیہ

مستجاب احمد فیہ صدقۃ فیہ شہدۃ فیہ ریاست فیہ فرستۃ فیہ

حافظ العرفۃ فیہ غصنہ سدرۃ فیہ لطف اللہ فیہ

مستجاب احمد فیہ سعید التوفیق فیہ

رحمت اللہ فیہ مبارکۃ فیہ عامرۃ فیہ عمر بن احمد فیہ

عرفان اللہ فیہ

معارف اللہ فیہ سعادت اللہ فیہ

شریعت اللہ فیہ

بیت اللہ فیہ

درجہ اولیٰ

منور خان	غلام محمد خان	غلام غوث خان	عبد اللہ خان
	مشیت اللہ خان	لاولہ	کفایت اللہ خان
		عزیز اللہ خان	
		عبد الحق اوامد خیری	
محبوب خان	یعقوب خان	نعم اللہ خان	اسماعیل خان
		لاولہ	لاولہ
			عظیم اللہ خان
			عثمان علی خان
			عبد مفتی خان
			لاولہ
			عبد قاضی خان
			لاولہ

[illegible]

شاہسوار خان ذاکر خاں

عثمان غنی خان عبد العزیز خان عبد الحفیظ خان بشیر احمد خان مظفر احمد خان

محمد رفیع خان
لا ولد

محمد ظریف خان

حافظ نقیس محمد خان عبداللہ خان محفوظ اختر خان محمد اسماعیل خان

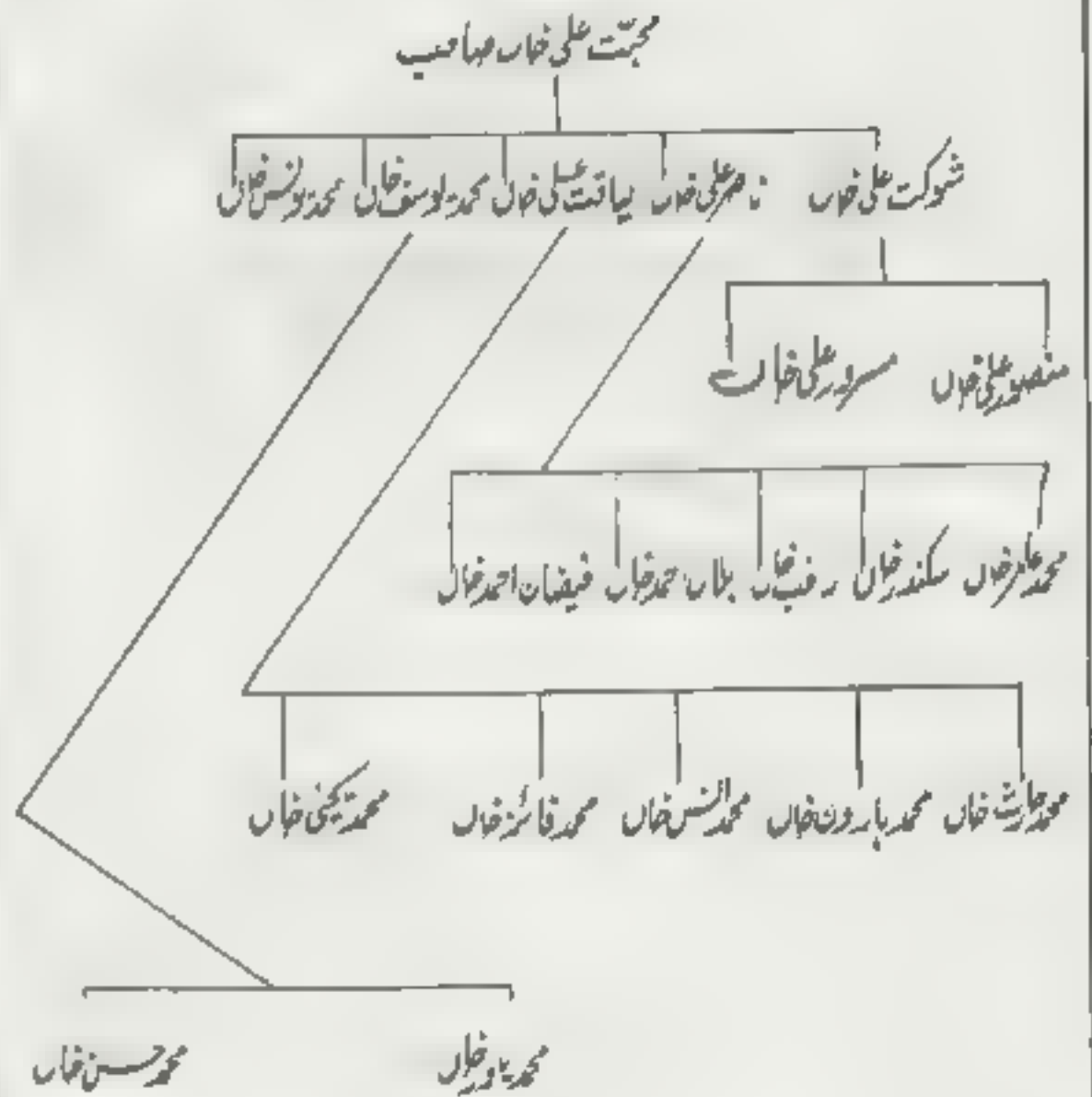
محمد غنی خان عبدالعسیٰ خان

محمود احمد خان محمد آصف خان جاوید خان محمد عاصم خان

شاہ عالم خان نور شہید عالم خان نصیب عالم خان

شجرہ خاندان کمال زئی جناب محبت علیہ السلام راہپور

دَرس ۱۹۵۸



اس نرسری میں بڑی تعداد میں لیبر کام کر کے اپنی روزی کما تی ہے گویا ایک فیکٹری ہو۔ اس نرسری میں اکثر وہلی اور ملک کے دیگر علاقہ جات سے لوگ آتے ہیں اس کا ڈھنگ طریقہ دیکھ کر محضوظ ہوتے۔ کئی وزراء و مملکت بھی یہاں تشریف لائے مشہور جناب چندر شیکھر صاحب وزیر عظم جناب محمد عارف خاں جناب مینکا گاندھی ایسے ہی اور حضرات بھی سار میں ایک بار یہاں ڈاکٹروں کا پروگرام بھی ہوا ہے جس میں مریض دیکھے جاتے ہیں اور مریضوں کو دوائیاں بغیر قیمت کے دیکاتی ہیں ان دوائیوں کا خرچہ مالک نرسری جناب حیدر خاں دان کے بھائی عبد المعید خاں اپنی جیب سے کرتے ہیں۔

دو لڑوں بھائیوں نے اپنے والد مرحوم حاجی عبدالرشید خاں کی غیر معمولی خدمت کی۔ ان کو پہلے حج کرایا اور بعد میں حیدر خاں نے حج کیا اور پھر اگلے سال عبد المعید خاں شرف حج حاصل کیا۔ انکی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ دو لڑوں بھائی خوش حال ہیں بڑے مختار حضرات ہیں عزت باد پرورد میں سردی کے زمانہ میں لحاف تیار کر کر عزت باد میں تقسیم کرتے ہیں ضرورت مند حضرات کی رُو پیہ پیسہ سے بھی مدد کرتے ہیں قریبی بستی رسول آباد ناپور میں آبادی سے مشرق میں پ سڑک پختہ ایک رقبہ چھل کر کے اسی نرسری کی شاخ قائم کی ہے۔ چونکہ باغات کی وجہ سے شاہجہانپور میں نرسری کے قابل خالی زمین نہیں رہی تھی ان دو لڑوں بھائیوں کا ایک کارنامہ بہت اہم ہے وہ یہ کہ شاہجہانپور میں انہوں نے جہاں بہت سی نرسیاں قائم کرائیں وہیں ملک بھر میں متعدد شہروں و قصبوں میں نرسیاں قائم کرا دیں جن سے ماسکان نرسری توفیق نیا ب ہوتے ہی ہیں ان کے ساتھ بے تعداد لیبر کے لوگ ان میں کام کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔

اس کے علاوہ حکام ریس بھی ہیں ضلع کلکٹر ایس۔ ڈی، ایم تحصیلدار۔ آئی، جی ڈی، آئی جی پولیس و باقی حکام سے اچھے تعلقات ہیں عوام بستی و خواص کے جڑ کام ان حکامان سے کراتے ہیں بستی میں متعدد دلائل سنسی سلو بھی آپ نے لوگوں کو فراہم کرائے ہیں۔ شجرہ نسب آگے ملاحظہ فرمائیں۔



الحاج جناب حیدر خاں



جناب حاجی عبد المعید خاں

جناب قادر داد خان مورث

آپ جناب دیوان عباس خاں مورث اعلیٰ افتخاران شاہجہانپور کے چوتھے بیٹے محمود خاں کے پوتے ہیں آپ کے والد صاحب کے نام کی تصدیق یہ ہوئی جیسا کہ پیچھے مضمون ذکر جناب دیوان عباس خاں مورث جناب ڈاکٹر عبدالہادی خاں میں ہے کہ محمود خاں ناراض ہو کر بڑا شاہجہانپور چلے گئے تھے ان کے پوتے قادر داد خان شاہجہانپور آگئے تھے اور انکی اولاد شاہجہانپور میں ہے لہذا شجرہ نسب اولاد قادر داد خان پیش ہے۔
شاہجہانپور واپس آئے مورث جناب قادر داد خان۔

عظیم د خاں

ولی داد خان

علی د خاں

محمد رفیع خاں

محمد پور خاں

قادر داد خان عظیم د خاں

محمد رفیع خاں

شاہجہان خاں

محمد پور خاں

محمد بارون خاں

محمد رفیع خاں

مطلوب احمد خاں

سویب احمد خاں

غالب احمد خاں

غالب احمد خاں

فرید خاں

فرید خاں

نیل خاں

نیل خاں

جہانزیب خاں

جہانزیب خاں

مندرجہ بالا محمد پور خاں کے ایک بیٹے تھے جنکا نام مولیٰ داد خان تھا جسکا تعلق خاندان سے رحمت خیل سے بتایا جاتا ہے تصدیق سے پتہ چند مولیٰ داد خان خاندان قادر داد خان میں مل گئے تھے ان کے دو بیٹے ہوئے۔ پہلے جناب صدیق خاں اور دوسرے محمد رفیع خاں دونوں لاوہ ہوئے۔

نقل خط

دیوان عباس خاں مورث اعلیٰ افتخاران شاہجہانپور شاہجہانپور کے چوتھے بیٹے ہیں اور بعد فتیابی حکم شاہجہانپور شاہ بہادر نوشہ بود بر خور دار اقبال مند دولت خاں واقع باشد کہ بر خور دار اقبال مند محمد خاں راجہ ہزار و پانچ سو و بیسہ انعام فرمودہ شد و چون شہادہ جنگ کہ نزد یک دریائے چنبل شدہ بود از جانبازی بواسطہ اظہار نقش سیاہگری خود و نیک نامی انجانب چنانچہ باید و شاید تقصیر نکرده چوں جسارت شہابی بود بخیر گذشت کہ زندہ ماندہ یک زخم چشم و کم گویائی زبان کہ شرف مرداں است خوشوقت میگذازندہ باشند چیز سے رکھ خاطر دار اند کہ کہ دار مجلس مردم بزرگاں مذکور سیاہگری و جاب سپاری شد میشود دریں باب شکرتی سبحانہ تعالیٰ بجارند و دیگر معلوم آن بر خور دار لودہ باشد کہ مبلغ دو ہزار روپیہ برائے خرچ سالانہ شہا جائز مقرر نموده شد باید کہ مبلغ مذکور فصل فصل از حاصل درمہ یک ہزار روپیہ میگردے باشند و سوائے آن ہرچہ شہا خرچ نماید خود ہر سائے خود خود ہر سائے کار بنجانب ہمہ منظور است دریں ذیح باب را جواب نمید و برائے افروری زراعت و گردآوری غلہ و محافظت مال ہرچہ خود سعی نمایند گنجائش دارد مردم قبیلہ دار آید و اگر امسال زراعت خوب شدہ غلہ ازراں باشد تمی را نگہدارند کہ مردم قبیلہ دار را غلہ ضرور درکار است خود غلہ قل اند برائے محافظت ماں پرواہی بکنید و غیر و غیریت خود مع خیریت چگونگی حقیقت اس آئندہ می نوشتہ باشد کہ باعث جمعیت خاطر گرد و بخت اعتماد شہا ہر خود بر خط نموده شد بر خط خود نوشتہ

عباس خاں

منجانب مختار محمد کرمت خاں و فتیاب خاں و فیضیاب خاں و غیرہ رئیس شاہجہانپور لہانیت باشند بملاحظہ عرض یک رام سنگہ محرمیہ شاہجہانپور معلوم ہو کہ حفاظت اسباب شکار میں تم ذمہ دار رہتے ہو لہذا ہم سیکہ آئندہ تم خوب احتیاط رکھو کہ کسی کا نقصان اسباب شکار نہ ہو اور جو کچھ کہ کڑی تحذیر و غلہ کا نقصان ہو گیا ہے ہر ایک کو کھاد کہ متنبہ دے دے دے اچھا نہیں اور جو کچھ وہاں کے رئیس ہو تم کو اس بات کی حقیقت چاہیے کہ جو بدی ہر امر کی ذمہ داری ہے فقط مرقوم ۷ جولائی ۱۸۸۷ء



سوال میکند و اشتہار حق خود ہا میخواید کہ الضعف العباد مسمیون علی نثار خاں و کرم خاں و بخت خاں و دلاور خاں و علی رضا خاں ابنائے رحم خاں و بہادر خاں و متا خاں و عبد الباقی و احمد خاں ابنائے شہداء اللہ خاں و ابدال خاں و میر خاں و جنگباز خاں ابنائے الف خاں و کلون خاں و علی محمد خاں ابنائے امیر خاں و غلام غوث خاں و کریم خاں و میاندار خاں و بنیاد خاں ابنائے شیر زماں خاں و امام خاں و ولد نقیو خاں و باقر خاں و داود خاں ابنائے شکر خاں و ستم خاں و ولد جعفر خاں و شمشیر خاں و مان خاں و عثمان خاں و نوشیر خاں ابنائے اسماعیل خاں و شاد دل خاں گلزار خاں و سردار خاں و سکندر خاں و مظفر خاں ابنائے افضل خاں و کرم خاں و لدیا سین خاں و داود خاں و میر خاں و عثمان خاں و مان اللہ خاں ابنائے یونس خاں و سادھو خاں و فیض اللہ خاں و عالمیر خاں ابنائے نعمت خاں لاخر اجمی داران ساکنون موضع شاہجہانپور تعلقہ گوہرہ علم پرگنہ ہاپور تعلقہ ضلع سہارن پور از سادات عظام و قضات اہل اسلام و چودھریان و قانون گویان راسخ الکلام و جمیع جمہور انام برائے معنی کہ موازی سلسلہ صدر بیگہ تختہ اراخی از خراجی در سواد موضع مذکور ملک بموجب فرمان والا شان حضرت شاہجہاں بادشاہ در وجہ عیاش عنایت خاں و نور خاں و رحمت خاں و رحم خاں و ناہر خاں مصری خاں و مرزا خاں و صلابت خاں ابنائے دولت خاں مورشان با سائلان با فرزند ان مقرر بود و از ابتدائے بیہود اراخی مذکور تا حین پورا شت قابض و متصرف ماند در سلسلہ حوالی رحم خاں پدر علی نثار خاں کہ سوختہ شدہ بود قطع فرمان عظام اراخی مذکور مع تصریح و دیگر ہر وادجات اراخی و کاغذات زمینداری ہمراہ اثاث البیت خانہ در سوختگی آمد و رحم خاں و فضل اما خاں پسرش در آتش سوخت شدہ منظر ان و مورشان تسلیم بدین و بظنا بعد بطن پورا شت قابض و متصرف ہستند پس ہر کس را بر محنت اس حال و صدق ان مقال آگاہی و اطلاعی داشتہ باشد مہر گوہی خود یا بر اس قرطاس ثبت نماید و اگر نوشتن نداند بدیگر کس اجازت دہد کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور گردد۔ فقط

گواہ مہتاب سنگ زمیندار موضع ماچہرہ
گواہ موتی رام قانون گوئی پرگنہ
گواہ غلام جیسلائی قانون گوئی پرگنہ
گواہ ماتم سنگ چودھری پرگنہ
گواہ خواہر مل قانون گوئی پرگنہ
گواہ غلام قطب الدین قانون گوئی پرگنہ

گواہ تلمسی رام قانون گوئی پرگنہ
گواہ قادر بخش قانون گوئی پرگنہ
گواہ بھوج زمیندار موضع فتح پور نرائن
گواہ دوات رام سہائے کاشٹہ شاہجہانپور
گواہ شیر خاں زمیندار موضع دوتائی
گواہ لکھن ورام دھن زمیندار موضع محمد پور
گواہ امیر پال سہائے قانون گوئی پرگنہ
گواہ امیر خاں زمیندار اھیل پور
گواہ پورن پر تاب زمیندار موضع چندلا وہ
گواہ نیاز خاں خوش شہاش
گواہ مہر چودھری (مرا کا قانون گوئی خاں)
گواہ قطبی زمیندار موضع متانند پور ولد نور خاں
و متعدد دیگر حضرات گواہان۔

لَا تَكْفُرُوا بِالْشَّهَادَةِ وَمَنْ يَكْفُرْ فَإِنَّهُ آتَمُّ قَلْبًا

سوال میکند و اشتہار حق خود می طلبید الضعف العباد علی نثار خاں و الف خاں و شیر زماں خاں و شمشیر خاں و یسین خاں و نقیو خاں و کلون خاں زمینداران موضع شاہجہانپور علم پرگنہ ہاپور تابع چک سکندر آباد مضاف صوبہ دار الخلافہ شاہجہاں آباد برائے وجہ کہ آپنچ زمین کا شت و کیرہ و آبادی و رعایا موضع مذکور در تصرف ہشت برادران است و سادھو خاں کہ در اس شرکت و دیگرے میگوید و تکرار می نماید دروغ و کاذب و باطل است چرا کہ از ابتدائے آبادی تا امروز دعویٰ کسے جز این ہشت برادران کہ در اولاد دولت خاں ہستند نشدہ است و از فرزند ان دولت خاں و لد عباس خاں دعویٰ کسے تساختہ و ملک ہشت قرعہ بموجب تفصیل ذیل در قبضہ ہر ہشت موجود است و ہر یک برادر قابض و متصرف۔ چنانچہ دو قرعہ عنایت خاں و نور خاں متصرف علی نثار خاں و الف خاں جانب جنوب تا بقرعہ رحم خاں و متصرف حوالی جگت رائے باد فر و ش فقط۔

و یک قرعہ رحم خاں متصرف یسین خاں و شیر زماں خاں جانب جنوب شرق تا بقرعہ فقط۔
و یک قرعہ ناہر خاں متصرف یسین خاں و شیر زماں خاں جانب جنوب شرق تا بقرعہ مہلابت خاں فقط۔
و یک قرعہ مہلابت خاں متصرف سادھو خاں جانب شمال تا بقرعہ رحمت خاں فقط۔

دیکر قمر رحمت خاں متصرف شیرمال خاں و نقو خاں جانب شمال تا بقمر مصری
خاں و مرزا خاں فقط۔

دو قمر مصری خاں و مرزا خاں متصرف کوٹ خاں و شمشیر خاں جانب مغرب تا بقمر
عنایت خاں و لور خاں فقط۔

ہر کے کہ برائیں ماجر آگاہی و اطلاعی داشته باشد ہر گواہی خود برای قرطاس نماید
کہ عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور باشد

گواہ لعل جیل جو اسرمل قانون گویان
گواہ محمد امان قانون گوی پرگتہ
گواہ بھویر سنگ جو دھری پرگتہ
گواہ مہر **خیم خاں**

گواہ رام دھن راجپوت ساکن شاہجہانپور
گواہ یسین خاں زمیندار موضع رسول آباد پرگتہ ملکتیشور
گواہ لور خاں خوش باش
گواہ حفیظ خاں خوش باش
گواہ قادر داد خاں خوش باش
گواہ چودھری جان خاں زمیندار ڈوبائی

مہر **دولت رام سہاسی**

گواہ سید غلام محمد قصہ تگہری
گواہ طرہ باز خاں خوش باش
گواہ منور خاں چودھری انکھسینی
گواہ شیر خاں زمیندار موضع دوتائی

دیگر وغیرہ بہت سے اصل دستاویز برائیں۔

ہمکہ مستحق خاں ولد میاندا خاں و شمان شاہ بی بی و صاحب بی بی و مان بی بی
و بختور سے بی بی مدعیان رہنے والے موضع شاہجہانپور تحصیل موافق میرٹھ کے ہیں جو کہ
ہم مدعیان نے نالش سہام بموجب فراغ اللہ نسبت حقوق عصیت اپنے کے بابت ترکہ
رہنست خاں برادر حقیقی و فرزند حقیقی جو بنام سماء مقیم از وجہ و مشاء نقو خاں ہمیشہ رہنست
مستوفی مختاری محسن خاں منصفی میرٹھ میں دائر کی ہے سواب ہم مدعیان واسطہ تصفیہ انفصال
مقدمہ مذکور کے مستیان یعقوب خاں ولد داد خاں و قدرت اللہ خاں پسر عثمان خاں ساکنان
زمینداران حصہ داران موضع شاہجہانپور کو بیچ مسمی سردار عبد المجید خاں خلیف سردار عزیز خاں
متوطن بلوہ سرخ علاقہ کابل وارد حال شاہجہانپور سرخ اپنی جانب سے قرار دیکر اقرار باہستہ
پنجابت لکھے دیتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ جو کچھ یہ بنچان و سرخ فیصلہ اور انفصال
اس مقدمہ کا بیچ ہم مدعیان تجویز کریں وہ ہم کو قبول اور منظور ہوگا ہر گز اس تجویز سے
انحراف نہ کریں گے اور یہ فیصلہ مجوزہ بنچان و سرخ مذکور ان مثل فیصلہ عدالت مقصور کیا جائیگا
اور بعد ہونے فیصلہ اور تحریر فیصلہ نامہ کے ایمان اگر ہمارے مختاری کی جانب سے کسی طرح
کاندھروانکار ہوگا تو یہ عذر ہمارا قابل پذیرائی عدالت نہ ہوگا۔ اس واسطہ یہ چند کلمہ بطریق
اقرار نامہ پنجابت لکھ دے کہ سند ہو۔ فقط۔

لکھا ہوا تاریخ ۹ مئی ۱۸۶۴ء

العبد
مستی خاں و شمان صاحب بی بی و مان بی بی
بختور سے بی بی
بقلم محسن خاں مختار

گواہ
فیض محمد خاں زمیندار حصہ دار موضع شاہجہانپور
گواہ
خیراتی خاں بقلم خود

خیر محمد خاں و غلام رسول خاں نمبر دار و حصہ دار
بقلم خود
موضع شاہجہانپور

عید گاہ

اس بستی میں آبادی کے شمال مغرب میں آبادی سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلہ پر سیٹھ گڈھ روڈ سے شمال میں قریب سو گز اور نہر شاخ الوب شہر سے بھی تقریباً سو گز مشرق میں یہ عید گاہ واقع ہے اسے جناب نعمت خاں نے بڑی کوشش اور جہد سے باشندگان بستی کو آمادہ کر کے چندہ فراہم کر کے ۱۳۱۲ء میں تعمیر کرایا میں نے اس میں اپنی یاد میں جناب حافظ عظیم داد خاں کو ان کے بعد مولانا عبدالعید خاں کو ان کے بعد حافظ محمد منشا خاں کو اور ان کے بعد مولانا معین اختر خاں ہستم مدرس ریاض العلوم کو چند بار اور اب جناب رفیق الزماں خاں جو مستقل امام عید گاہ ہیں نماز پڑھاتے دیکھا ہے اسکی ایک کمیٹی ہے جس میں چند ممبر، مسد سیکریٹری ہیں ہستم جناب ڈاکٹر محمد یوسف خاں ہیں جنکی سرپرستی میں اسکی مرمت اور بہت توسیع ہوئی ہے۔ سڑک سے عید گاہ تک بھراؤ کر اگر راستہ بھی اچھی سڑک کی شکل میں بنایا گیا ہے اس میں ایک پتھر سن تعمیر کالگا ہے معنوں حسب ذیل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلٰی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مُّوقُوَّتًا
یشک نماز ہے ایمان والوں پر فرض وقت وقت کی

شاہجہا پور میں بنی یہ عید گاہ	بے نظیر و بے مدد مل و بے مثال
کی شفقت سب مسلمانوں نے جب	سب نے چندہ دے دیا بے قیل و قال
نور نعمت خاں کی کوشش بہت	تا کر راضی ہو خدا نے ذوالجلال
نیت خاں مع کرنے بھی	خوب ہی دکھلایا ہے اپنا کمال
بن چکی جب عید گاہ بے مثال	سب کو تاریخ کا آباؤ اجداد
تب لب جبریل کے سب نے سنا	عید گاہ بے نظیر و بے مثال

۱۸۹۵ء / ۱۳۱۲ھ

عید گاہ شاہجہا پور



اظہار حال (۱) معذرت

کتاب مذکور میں مختلف مضامین کے ساتھ چند مکتوب دیگر حضرات کے بھی زیر غور آئیں گے۔ میں یہ بھی اظہار کرنا ضروری ہے کہ اس تاریخ کے لکھنے میں زیادہ معلومات جناب مرحوم ڈاکٹر اقبالند خاں صاحب کے کاغذات سے حاصل ہوئی اور وہ کاغذات اور مکتوبات ڈاکٹر صاحب موصوفی نے کافی جدوجہد کے بعد فراہم کی تھی اور ان کے پاس محفوظ تھی ان کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر افرامند خاں نے حملہ کاغذات مجھے فراہم کر دیئے یہ ان کے جذبہ کی تائید ہے کہ ان کو اس تاریخ کے تکملہ کی کتنی خواہش رہی ہے میں ان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے ہر طرح مجھے غیر معمولی تعاون دیا ان کے پاس اس سلسلہ میں متعدد دستاویزات بھی موجود ہیں جو انہوں نے مجھے دس چند کی نقولات میں سے اس تاریخ میں پیش کی ہیں۔

دوسری بات اور بھی ضروری ہے کہ زیر تکمیل تاریخ میں اگر کوئی بھول ہو گئی ہو اور کوئی نام رہ گیا ہو تو قارئین معاف فرمائیں اور اس کو ٹھیک فرمائیں مجھے زیادہ خوشی ہوگی۔ اس کے علاوہ تنقید کا حق سب حضرات کو حاصل ہے اسلئے درخواست کروں گا کہ تنقید کے ساتھ ایک تاریخ اور لکھیں مجھے مزید خوشی ہوگی۔

اب میں الشرب العزت کا شکر ادا کروں گا کہ اس نے مجھے توفیق دی کہ میں نے اس تاریخ کو مکمل کر دی اور امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے۔ شکریہ۔

مرغوب احمد خان

پیشوا احمد خاں کرلائی

تعبیر شاہجہاں پور، ضلع میرٹھ

۱۰ جولائی ۱۹۳۳ء